تعمیر حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ

# دینی اور مذہبی مدارس کے متعلق

## ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کی رائے گرامی

حکیم احمد شجاع اپنی کتاب "خوں بہا" حصہ اول صفحہ ۴۳۹ پر رقمطراز ہیں:۔

لاہور آکر میں نے پاک پٹن شریف (منٹگمری) کے مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت اور اپنے ان احساسات کی روداد ڈاکٹر محمد اقبالؒ کو سنائی۔ وہ پہلے تو حسب عادت میری باتیں غور سے سنتے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے، پھر آنکھیں بند کرکے سوچنے لگے، جب میں اپنی کہانی سنا چکا تو فرمایا:۔

"جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی تھی، میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو۔ انقلاب، ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دے۔"

پھر علامہ اقبالؒ نے فرمایا:۔ "ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمرا، اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرے کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔"

(اقبالؒ)

# قرآن فہمی کیلئے چند بنیادی باتیں

[illegible]

(برہان)

قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کے مطالب سمجھنے کی کوشش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ دو باتیں ذہن نشین کرلی جائیں، پہلی بات تو یہ کہ آجکل کی اصطلاح میں جسے کتاب کہا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہ کسی خاص موضوع پر لکھی گئی ہو اور جس میں مضامین ترتیب ابواب و فصول کے ساتھ مرتب کرکے پیش کئے گئے ہوں، قرآن کریم اس مفہوم میں کتاب نہیں ہے بلکہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی زبان میں، گویا ایسے فرامین شاہی کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں مختلف ضرورتوں کی بنا پر طویل زمانہ تک بادشاہ کی جانب سے رعایا کے لئے صادر ہوتے رہے اور جنہیں بعد میں یکجا کردیا گیا ــــ یا یوں کہہ لیجئے کہ یہ گویا ان بیش قیمت اور ضروری نصیحتوں یا باتوں کا گلدستہ ہے جو نہایت شفیق و ہمدرد اور باخبر مربی، ناتجربہ کار بلکہ ناسمجھ بچوں یا شاگردوں کو وقتاً فوقتاً کرتا رہا ہو، جس میں اسکا انداز نرمی کا ہوتا ہے، کبھی سختی کا۔ اس حقیقت کے سامنے آجانے کے بعد بھی قرآن مجید کے اجزاء کے درمیان باہم ایسا ربط سمجھ کر یہ خیال بیٹھ جائے اور اس امید کے ساتھ اسے پڑھنا شروع کردیا کہ ایک حصہ میں مثلاً بجز اخلاقی ہدایات کے اور کچھ نہ ہوگا دوسرے میں صرف قانونی دفعات ہوں گی، یا ایک جگہ پر صرف عبادات ہی کا بیان ہوگا اور دوسری جگہ محض معاملات کا، قرآن حکیم سے ناواقف ہونے کی دلیل ہونے کے ساتھ پڑھنے والے کے لئے مایوسی کا بھی سبب ہوگا۔

دوسری بات جس کا قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے جاننا پہلی بات سے کچھ زیادہ ضروری ہے، یہ ہے کہ قرآن مجید کے اولین مخاطب اکثر عرب کے سادہ فطرت اور صحرا نشین لوگ تھے، [illegible]

میں ایسا کہ عقلی عام کا تقاضہ تھا) ان ہی کے فہم و ذوق کا لحاظ رکھا گیا ہے یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ زبان بھی انہی کی اختیار کی گئی، اس لئے اس میں نہ فلسفیانہ مباحث ہیں نہ طبیعیاتی حقائق کائنات، یا جس چیز کا بھی تذکرہ ہے ایسے انداز میں ہے جو عربوں کے ذہن پر بار نہ بنے اور اس کے سمجھنے میں انہیں دشواری پیش نہ آئے، کیونکہ پہلے صرف انہی کو سارے عالم کے لئے داعی اور پیغام رساں بلکہ معلم کی حیثیت سے تیار کرنا تھا، اگر ان کے ہی سمجھ میں بات نہ آتی، تو وہ دوسروں کو کس طرح سمجھا سکتے اور دعوت دے سکتے تھے، بالکل ایسے ہی جیسے کہ آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ ہر استاد (خواہ وہ کتنی ہی بڑی بین الاقوامی قسم کی یونیورسٹی کا استاذ اور چاہے اس کی بات عالمی اہمیت کی حامل کیوں نہ ہو) تعلیم کے وقت براہ راست جو اس کے مخاطب ہیں ان کی ہی رعایت کرتا ہے اور ان کی سمجھ میں آجانے والی زبان بولتا ہے بس سمجھنا چاہیے کہ یہی انداز قرآن مجید میں اختیار کیا گیا ہے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے یوں بھی سوچا اور کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی زبان اور اس کا انداز تخاطب عربی نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا کیا عرب پر اتاری جانے والی کتاب چینی یا روسی زبان میں ہوتی؟ اور کیا اس میں پیش کی گئی مثالیں وہ ہوتیں جن کا تعلق آئرلینڈ یا افریقہ کے دور دراز علاقوں میں پائی جانے والی اشیاء سے ہوتا! ظاہر ہے یہ کسی کے نزدیک بھی معقول بات نہ ہوتی۔ علاوہ ازیں یہ کہ (بجز عربی کے) اس وقت کی تاریخی طور پر معلوم زبانوں میں کوئی بھی اتنی ترقی یافتہ اور وسیع زبان نہ تھی جو نازک سے نازک احساسات کی تعبیر کے لئے [illegible] کا ذخیرہ رکھتی ہو [illegible]

جاہلی دور کے ادباء اور شعراء کے کلام کے مطالعہ سے حیرت ہوتی ہے کہ اس قدیم دور میں بھی عربی کے اندر کیسی کیسی لطیف و نازک تعبیرات معانی کے اظہار کے واسطے موجود تھیں اور باریک سے باریک فرق کے لئے الگ الگ الفاظ [illegible]

اور چیز یا حقیقت کی طرف بھی توجہ دہانی ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر قرآن مجید میں کائنات اور طبیعیاتی حقیقتوں کے وہ سربستہ راز بیان کئے جاتے جن کا انکشاف تیرہ چودہ صدیوں بعد ہوا تو ناقابل فہم بلکہ بہت سوں کے لئے انکار کا سبب بنا رہتا اور اتنی طویل مدت کے بعد اب جاکر کہیں لوگ اس کے پڑھنے پڑھانے بلکہ مخاطب بننے کے اہل ہو پائے، ایسی روش کیا کوئی معمولی عقل و فہم والا داعی بھی اختیار کرنا پسند کرسکتا ہے کہ جنہیں اس وقت مخاطب بنایا جارہا ہے وہ تو بات سمجھ نہ سکیں البتہ کئی صدی بعد آنے والے اسے سمجھنے کے لائق ہوں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اندر آج کی سائنسی اصطلاحیں ڈھونڈھنے والے یا آج کی دریافت شدہ حقیقتوں کا اس میں نشان تلاش کرنے والے اور قرآن کی آیتوں کو ان پر زبردستی منطبق کرنے والے گویا بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن نے اپنے نازل ہونے کے وقت کے لوگوں کو مخاطب بنانے کے بجائے تیرہ چودہ صدی بعد آنے والوں کی طرف رخ کرنے کا عجیب و غریب طرز اختیار کیا ہے، مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس سب کے باوجود قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی جو آج کے سے ترقی یافتہ دور میں غلط ثابت ہوگئی ہو یا اس کی تکذیب آج کے مسلم حقائق سے ہوتی ہو یا جو صرف عربوں کے لئے مناسب رہا ہو [illegible]

آگے چل کر اسلام جو کہ قرآن کا پیغام ہے [illegible] محدود دائرہ میں سوچنے والی قوم کی سمجھ میں آجانے والے انداز میں بھی ایسے ایسے حقائق اور راہ نما اصول بیان کر دئے گئے ہیں جو دنیا کی فلسفہ [illegible] اور بڑی سے بڑی ترقی یافتہ قوم کے لئے بھی مشعل راہ اور دستور عمل بن سکیں۔ بہرحال قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والے کے پیش نظر ان دو باتوں کا رہنا نہایت ضروری ہے ورنہ قدم قدم پر دشواریاں سامنے آئیں گی۔ اوپر کی سطروں کے بعد یہ وضاحت بھی ضروری نظر آتی ہے کہ قرآن مجید یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے حسب ضرورت نازل ہوتا رہا اب یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ سب سے پہلی پانچ آیتیں "اقرأ باسم" تا "مالم یعلم" بقول علامہ خضری [illegible] رمضان کو عمر شریف کے اکتالیسویں سال، اور آخری آیت "الیوم اکملت لکم" ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی، اس طرح ابتداء و انتہا کے درمیان ۲۲ سال دو مہینے ۱۲ دن کا عرصہ ہوا۔

مطالعہ کے وقت ایک اور قابل لحاظ بات: قرآن مجید کے مضامین کیا ہیں کہ وہ کہتے ہیں اور کیا کیا ہیں؟؟ یہاں کچھ اس بارے میں عرض کیا جارہا ہے۔

قرآن مجید کے مضامین کی تقسیم مختلف اعتبارات سے کی گئی ہے اس لئے علماء کا مضامین کی تعداد میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض علماء مثلاً مشہور مالکی عالم قاضی ابوبکر بن العربی نے اس کی تین قسمیں بتائیں، بعض نے چار اور بعض نے سات (مثلاً فقیہ ابواللیث نے) بعض نے اس سے بھی زیادہ لیکن حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں اور یہی سب سے بہتر تقسیم معلوم ہوتی ہے آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔ زمانۂ نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی دو قسمیں (مکی اور مدنی) معروف ہیں۔

مکی سورتیں یا آیتیں: قرآن مجید کا وہ حصہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ہجرت تک یعنی بارہ سال ۵ مہینے ۱۳ دن کی مدت میں نازل ہوا، مدنی وہ ہیں جو اس کے بعد سے وفات تک (تقریباً) یہ پورا زمانہ ۹ سال ۹ مہینے اور ۹ دن کے قریب پھیلا ہوا ہے اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق آخری آیت [illegible] کی وفات سے ۸۱ دن [illegible]

# تعمیر حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۵ جون ۷۶ء — ۲۵ جمادی الثانی ۹۶ھ

فی شمارہ: ۵۰ پیسے — سالانہ: بارہ روپئے

جلد نمبر [illegible] — شمارہ نمبر ۱۶


# ورلڈ آف اسلام فیسٹول

## "ایک سازش ہے تحفظ دین و ملت کے خلاف"

اپریل کے آغاز سے لندن میں عالمی اسلامی جشن ورلڈ آف اسلام فیسٹول منعقد ہوا ہے جو حسب اعلان تین مہینے تک جاری رہے گا، اس جشن میں کئی عرب مسلمان ممالک نے کامل تعاون کیا ہے، اس کا بظاہر مقصد [illegible] کی پیداوار ہے اور اس کا انعقاد و اہتمام بھی اسی نے کیا ہے۔ جو لوگ مغرب کی صلیبی ذہنیت اور ہلال و صلیب کے تاریخی پس منظر سے واقف ہیں وہ اول روز سے ہی اس جشن کے بارے میں شکوک و شبہات رکھتے تھے اور [illegible] سرمایہ دار انگریزوں کی اسلام سے اس دلچسپی کو ۔

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

کا اندیشہ سمجھتے تھے۔ اب اس کے جلوے کھل کر سامنے آگئے ہیں اور اس کے پس پردہ جو اصل عزائم ہیں وہ نمایاں ہو گئے ہیں۔ ذیل کا مضمون اسی انکشاف حقیقت کی ایک کڑی ہے جو [illegible] میں شائع ہوا ہے۔ ہم [illegible] کے شکریہ کے ساتھ ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

---

[illegible]

اس میلہ سے مقصد کوئی خلوص نہیں، [illegible] کے علاوہ اسلام کی ثقافت کو دیگر طریقوں سے بھی مسخ کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں رنگارنگ [illegible] کا پروگرام بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ [illegible] موسیقی [illegible] کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ [illegible] اسلام [illegible] ممالک [illegible] اسلامی [illegible] موسیقی اور رقص [illegible] بنا دیا جا رہا ہے۔

اسلامی علوم و فنون [illegible] ایجادات اور [illegible] کا تذکرہ تک نہیں اور کسی قسم کے آلات حرب یا جنگی کتابوں کا نشان تک نہیں تھا۔

حضرت [illegible] قاری جناب شیخ [illegible] نے حسن قرأت کا مظاہرہ کیا مگر سامعین دوران قرأت خوب تالیاں بجاتے رہے کیونکہ انہیں پہلے قرآن پاک سننے کے آداب سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں کے [illegible] سامعین کو دوران قرأت تالیاں نہ بجانے کی ہدایت کی گئی۔ [illegible] ایک ڈاکٹر [illegible] تلاوت [illegible] کیا گیا اور اس نمائش میں [illegible] نمائش [illegible] قرآن کی نمائش کو سراہا اور [illegible] نمائش کو دیکھ کر [illegible] سراہا [illegible] اور ڈاکٹر [illegible] پڑا۔

ہمارا رائے میں اسلام کو مسخ کرنے کی یہ گھناؤنی اور منظم ترین سازش ہے اور ہمارا سرمایہ بھی ہمارے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ [illegible] مسلمان ملک کے لئے آب حیات کا کام دے سکتے ہیں، [illegible] عزت کی [illegible] اور [illegible] مسلمانوں کی [illegible] مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔ [illegible] اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ اسلام کی کوئی نئی قسم ہے۔ ایران، مراکش اور دیگر ممالک سے موسیقی کی ٹولیاں آ کر اپنے غیر اسلامی فن کا اسلام کے نام پر مظاہرہ کریں گی۔ یہ تنظیم [illegible] شائع کر رہی ہے جن کی صحت پر بھی شک و شبہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس خطرہ کو بھانپ کر اسلامک کونسل آف یوروپ نے [illegible] اسلامی کانفرنس کا اہتمام کیا اور تمام دنیائے اسلام سے نامور اور جید علماء اور دانشوروں کو اسلام کا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقع فراہم کیا [illegible] اسلام کے ہر پہلو اور شعبہ پر مقالات پڑھے گئے اور بحث کی گئی۔ اس کانفرنس سے جشن کا ذکر کافی حد تک کم ہو گیا۔

مسلمان اور غیر مسلموں نے اس کانفرنس میں اس حد تک دلچسپی لی جو کونسل کی توقعات سے کہیں زیادہ تھی۔ [illegible] نے اسلامک کونسل آف یوروپ کی اس کانفرنس کے متعلق [illegible] ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

اسلامک کونسل آف یوروپ اس کوشش کے لئے قابل صد مبارکباد ہے، اس کا سہرا سکریٹری جنرل اسلامک کونسل آف یوروپ جناب سالم عزام کے سر ہے۔

جشن میں قرآن پاک کی خطاطی کی نمائش بھی کی گئی ہے اور برٹش میوزیم میں قرآن پاک کے قدیم نسخوں کی نمائش کا اہتمام کیا گیا ہے۔ قرأت کا جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے، بھی اہتمام کیا گیا ہے، اسی طرح مسلمانوں کی چند سائنسی ایجادات کی نمائش بھی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو غلط تاثر پیش کیا جا رہا ہے وہ بہت زیادہ خطرناک ہے۔ چند اچھی چیزیں دکھا کر زیادہ تر اسلام کو مسخ کیا گیا ہے لہٰذا ہم اس نظریہ کو نہیں اپنا سکتے کہ اچھی چیزیں بھی ہیں اور بری بھی، [illegible] نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم کے زیادہ تر نسخے جو نمائش میں پیش کئے گئے ہیں وہ وہی ہیں جو برٹش میوزیم میں موجود رہتے ہیں اور جو لوگ دیکھتے رہتے ہیں لیکن جو چیزیں حقیقتاً دکھائی جانی چاہئیں تھیں وہ نہیں دکھائی گئیں۔

## تصحیح فرمالیں

[illegible] جون کے شمارہ میں صفحہ [illegible] پر حدیث نبوی کے الفاظ یہ ہیں:

[illegible] اور [illegible] کو ناپسند کرتا ہے۔

# "مراکش کا سفر میرے لئے ایک نئی دُنیا کی دریافت تھا"

## حجاز مقدس، مراکش اور لندن کے سفر سے واپسی پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے

### ایک انٹرویو

(۲۸ مئی ۱۹۷۶ء کو اپنے طویل سفر سے واپسی کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء سے اس سفر کے متعلق اپنے تاثرات جن ممالک کی انھوں نے سیاحت کی ان کی دینی، تعلیمی اور سماجی حالت نیز جن تنظیموں کے جلسوں میں ان کی شرکت ہوئی ان کے مقاصد اور سرگرمیوں کے بارے میں چند سوالات مدیر "تعمیر حیات" نے کئے۔ مولانا موصوف کے جوابات درج ذیل ہیں۔)

اس سفر کے سلسلے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا۔

"میرا یہ سفر اپنی زندگی کا طویل ترین سفر تھا جو تین براعظموں پر مشتمل تھا یعنی ایشیا، افریقہ اور یورپ — چوتھا براعظم امریکہ رہ گیا، اس کا امکان تھا کہ میں وہاں جاتا۔

اس سفر کا آغاز حجاز مقدس سے ہوا، یہاں کی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی المجلس الأعلى للجامعة الاسلامية (جامعہ اسلامیہ کی اعلیٰ بااختیار کمیٹی) کی میٹنگ میں مجھے شرکت کرنا تھی جس کا میں رکن ہوں۔ پہلے اس مجلس کو "المجلس الاستشاری للجامعة الاسلامية" کے نام سے ہوتی۔ اس نئی مجلس میں سعودی عرب کی چاروں یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ صالح محمد قزاز، حکومت سعودی کے وزیر تعلیم شیخ حسن عبداللہ آل الشیخ، اور مراکش، تیونس، اُردن اور سوڈان کی اسلامی جامعات کے ممتاز ترین دینی درسگاہوں کے سربراہ اور یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، جامعہ ازہر مصر کے مدیر (رجسٹرار) مشہور اخوانی رہنما [illegible] اور مصر کے عالم شیخ محمد الغزالی (کلیۃ الشریعۃ مکہ مکرمہ کے نمائندہ کی حیثیت سے) استاذ یوسف القرضاوی (کلیۃ المعلمین قطر) بحیثیت ارکان کے شامل ہیں۔ اس جدید تشکیل میں زیادہ تر عالم اسلام کے ممتاز دینی درسگاہوں کے سربراہ رکھے گئے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تاسیس ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں ہوئی اور بحمد اللہ سے اس جامعہ کی مجلس استشاری کے رکن کی حیثیت سے تعلق ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے تھوڑے ہی عرصے میں خاص ترقی کر لی ہے، دنیا کے اسّی سے زیادہ ممالک کے طلباء اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں طلباء کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے، امسال اس یونیورسٹی کا جو بجٹ پیش ہوا وہ ۱۴۰ کروڑ ریال ہے یعنی ایک ارب روپیوں سے بھی زائد ہے، ہمارے ملک کی کسی یونیورسٹی کا اتنا بڑا بجٹ نہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جو اپنے وسائل، طلباء کی تعداد اور مختلف شعبوں کی کثرت کے اعتبار سے جامعہ اسلامیہ مدینے سے کہیں فائق ہے اس کا سالانہ بجٹ کل چار کروڑ روپئے ہیں۔ اسی ایک مثال سے تعلیم کے لئے حکومت سعودی عربیہ کی شاہ خرچی اور عطیات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے مملکت سعودی عربیہ کے موجودہ ولی عہد اور نائب وزیر اعظم شہزادہ فہد بن عبدالعزیز خصوصی تعلق رکھتے ہیں اور اس یونیورسٹی کے وہ وزیٹر ([illegible]) بھی ہیں۔

میرا یہ سفر جامعہ اسلامیہ کی المجلس الاعلیٰ کی جس میٹنگ میں شرکت کے لئے ہوا تھا اس کی افتتاحی نشست سے ولی عہد شہزادہ فہد نے بھی خطاب فرمایا تھا، اتفاق سے میں افتتاحی نشست میں شریک نہیں ہو سکا کیونکہ سفر کے قانونی مراحل طے ہونے میں دیر لگ گئی اور میں ایک دن تاخیر سے مدینہ منورہ پہونچ سکا لیکن میں نے اس افتتاحی نشست کی جو روداد سنی اس میں خاص طور پر شہزادہ فہد کی تقریر کا لوگوں نے تحسینی انداز میں ذکر کیا اور اس تقریر کا وہاں چرچا تھا۔

مرحوم شاہ فیصل کی شہادت کے بعد مملکت سعودی عربیہ کا یہ میرا پہلا سفر تھا اس موقع پر میری خواہش تھی کہ میں دارالسلطنت ریاض بھی جاؤں، اس کی تقریب یوں ہوئی کہ [illegible] المجلس الاعلیٰ العالمی للمساجد" کے اجلاس کو سفر میں شروع ہوئے جس میں انڈونیشیا سے یورپ و امریکہ تک کے ممتاز علماء اور اسلامی کارکن شریک ہوئے، اس کمیٹی کے جو "مؤتمر رسالۃ المسجد" سے وجود میں آئی ہندوستان کی طرف سے میں اور مولانا محمد یوسف صاحب (امیر جماعت اسلامی ہند) رکن ہیں۔

"مؤتمر رسالۃ المسجد" گزشتہ سال ماہ رمضان المبارک میں منعقد ہوئی تھی جس میں دنیا کے مختلف گوشوں سے علماء، اسلامی کارکن، ائمہ مساجد اور اہم دینی شخصیتوں نے شرکت کی تھی، ان شرکاء کی تعداد تقریباً ۸۰۰ تھی۔ مجھے اس مؤتمر کا دعوت نامہ ملا تھا لیکن رمضان المبارک کی مشغولیت اور ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ اجلاس کی تیاریوں کی وجہ سے (جس کا انعقاد عید بعد ہونا تھا) مؤتمر رسالۃ المسجد میں شرکت نہیں ہو سکی۔ اس مؤتمر سے "المجلس الاعلی العالمی للمساجد" وجود میں آئی، اس تنظیم کا مقصد عصر حاضر میں مساجد کو اسلام کے پیام و دین کی مؤثر دعوت اور اصلاح معاشرہ کی کوششوں کا سرگرم و فعال مرکز بنانا ہے اور مساجد کے معیار کو بہتر بنانا، ان کی دعوتی تربیت اور اس مقصد میں ہر ممکن تعاون تاکہ مسجد کو معاشرہ میں وہی حیثیت حاصل ہو جائے جو جسم انسانی میں قلب کی ہوتی ہے۔

"المجلس الاعلی العالمی للمساجد" کی آخری نشست میں شیخ صالح قزاز سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی نے اعلان کیا کہ تمام شرکائے اجلاس کل ریاض جائیں گے اور شاہ خالد کی صدارت میں جلسے کی روداد اور تجاویز پیش کی جائیں گی۔

اس پروگرام کے مطابق ایک خصوصی طیارہ سے تمام ارکان ریاض پہونچے، شاہ خالد کی صدارت میں جلسے کی کارروائی اور تجاویز پیش کی گئیں اور ارکان کا تعارف کرایا گیا، شاہ خالد دینی ذہن رکھتے ہیں اور مرحوم شاہ فیصل شہید کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں۔

شاہ خالد کے بعد مجلس استشاری کے ارکان کی ملاقات ولیعہد شہزادہ فہد سے کرائی گئی، جلسے کی روداد اور تجاویز سن کر انھوں نے ایک طویل تقریر کی اس میں اسلام کی ضرورت اور عہد حاضر میں اس کی قائدانہ صلاحیت کا اظہار کیا۔

حکومت کے تیسرے اہم رکن امیر عبداللہ بن عبدالعزیز (الحرس الوطنی) (نیشنل گارڈ چیف) سے بھی وفد نے ملاقات کی۔ امیر عبداللہ ایک دیندار اور دردمند انسان ہیں اور شاہ خالد کے قریب ترین معتمد۔

س: لندن میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں اپنی شرکت کا ارادہ عین وقت پر آپ نے منسوخ کر دیا اس کے کیا اسباب تھے؟

ج: لکھنؤ سے میرے سفر کا پروگرام یہی تھا کہ پہلے حجاز میں المجلس الاعلی للجامعۃ الاسلامیۃ میں شرکت، بعد لندن کے بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے لئے لندن روانگی اور واپس ہو کر "المجلس الاعلی العالمی للمساجد" کی میٹنگ میں حاضری۔ مراکش کا سفر اس وقت تک پروگرام میں شامل نہیں تھا۔

لندن کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کا دعوت نامہ مجھے لکھنؤ میں مل گیا تھا، حجاز میں رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ صالح قزاز نے مجھے رابطہ کے وفد کے نمائندہ کی حیثیت سے طے کر دیا، میرے اور میرے رفیق عزیز مولوی محمد رابع ندوی کے ٹکٹ بھی آ گئے لیکن میں نے لندن جانے اور اس کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ منسوخ کر دیا، حجاز کے دوران قیام لندن کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے بارے میں متضاد روایتیں سننے میں آئیں۔ ان ہی دنوں لندن میں ایک اسلامی فیسٹیول بھی منعقد ہو رہا تھا، اس کی تفصیلات جب علم میں آئیں تو یہ اندازہ ہوا کہ اسلامی ثقافت کے نام سے رقص و موسیقی کو بھی پیش کیا جائے گا۔ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس جس کی بانی قوتیں وہاں جامعہ ملک عبدالعزیز تھی اور جس کا افتتاح شہزادہ محمد بن فیصل نے کیا تھا، اسلامی فیسٹیول [illegible] منسلک [illegible] افتتاح اور اختتام [illegible] دونوں [illegible]

کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ بنا بر احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے میں نے سفر کو ملتوی کر دیا۔ اس سے پہلے الجزائر میں مزید قیام کا موقع ملا، سفر کی شکل میں اس تبدیلی کی وجہ سے میرا مراکش جانا ہوا۔

س۔ شاہ فیصل مرحوم کی شہادت کے بعد آپ کا یہ پہلا سفر تھا، وہاں کی قیادت نے شاہ مرحوم کے خلا کو پُر کر دیا یا ان کی کمی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے؟

ج۔ مملکت سعودی عرب کے موجودہ حکمراں شاہ فیصل مرحوم کے علاوہ بڑے مدبر ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی کمی کا عام احساس ہے، شاہ فیصل جیسے باوقار، سنجیدہ، متوازن اور دور بین مدبر کی قیادت کی ضرورت نہ صرف سعودی عرب بلکہ پورے عالم اسلام کو تھی۔ آج کے حالات میں ان کی کمی بڑی محسوس ہو رہی ہے جب کہ عرب ممالک کو مشکلات اپنی گرفت میں لے چکی ہیں اور عالم اسلام انتشار کا شکار اور مختلف قسم کے خطرات سے دوچار ہے۔

س۔ اس سفر میں آپ پہلی مرتبہ مراکش تشریف لے گئے تھے، اس سفر کی تقریب کیسے پیدا ہوئی اور اس ملک کو آپ نے کیسا پایا؟

ج۔ مراکش کا سفر میرے لئے ایک نئی دنیا کی دریافت تھا۔ مجھے اس شمالی افریقی علاقہ میں جو لیبیا سے شروع ہو کر مراکش پر ختم ہوتا ہے اب تک جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میری خواہش تو عرصہ سے اس کی زیارت کی تھی مگر یہ اندازہ نہیں تھا کہ اسی سال اس کی نوبت آئے گی۔

اس سفر کی تقریب یوں ہوئی کہ اب سے چار پانچ سال قبل جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ کی تشکیل ہوئی، دنیا کی اسلامی یونیورسٹیوں اور اداروں کا یہ ایک وفاق ہے۔ اس وفاق کے تاسیسی جلسے میں میری شرکت ہوئی تھی اور اسی وقت سے ندوۃ العلماء کو بھی اس وفاقی تنظیم کا رکن بنا لیا گیا تھا۔

امسال جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ کا جلسہ رباط (مراکش) میں ہونا طے پایا، اس تنظیم کا یہ مرکز بھی ہے اور اسے حسن ثانی والی مراکش کی سرپرستی بھی حاصل ہے، اس جلسے کا دعوت نامہ مجھے بھی ملا تھا لیکن وہ غالباً بارہ روز آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ کہ اتنے میں رابطہ عالم اسلامی

کے سکریٹری جنرل شیخ صالح قزاز نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ آپ کو جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ کی میٹنگ میں رابطہ عالم اسلامی کی نمائندگی کرنا ہے، آپ کے سفر کے انتظامات کرنے لگے ہیں۔ میں رابطہ عالم اسلامی کے نمائندہ اور عزیزی محمد رابع ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء کے نمائندہ کی حیثیت سے اس کانفرنس کے لئے مراکش روانہ ہو گئے۔ ۱۰ مئی سنہ ۷۵ء سے اس کا جلسہ تھا لیکن ہم لوگ چار یا پانچ دن قبل مراکش روانہ ہوئے تاکہ اس ملک کی کچھ سیاحت بھی کر سکیں۔ جس جہاز میں جدہ سے مراکش تک ہمارا سفر ہوا اس میں جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر شیخ عبدالمحسن بن عباد، مشہور اخوانی رہنما، خطیب اور مصنف شیخ محمد الغزالی اور کلیۃ الشریعۃ کے کچھ طلبہ بھی تھے جو ایک ٹور (Tour) پر مراکش جا رہے تھے، مانوس لوگوں کی رفاقت میں یہ سفر بہت اچھا گذرا۔ ہمارے سفر کے دوران جہاز تین مقامات پر رکا طرابلس (لیبیا)، تیونس اور الجزائر۔ لیکن تیونس کے علاوہ کہیں جہاز سے اترنے کی اجازت نہیں ملی۔ بدقسمتی سے مراکش اور اس کے پڑوسی دو ملکوں یعنی الجزائر اور لیبیا کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہیں کہ مراکش جانے والے مسافروں کو الجزائر اور لیبیا کے ہوائی اڈوں پر اترنے کی اجازت نہیں ملتی۔ ہم جب تیونس پہونچے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ ہم نے ہوائی اڈے کے اس کمرہ میں نماز پڑھی جو خاص طور پر نماز پڑھنے کے لئے تھا، اس پر "غرفۃ الصلاۃ" کی تختی آویزاں تھی۔ جدہ سے روانگی کے دس گھنٹے بعد ہمارا جہاز دارالبیضاء پہونچا جو کاسابلانکا کے نام سے مشہور ہے۔

کاسابلانکا کا نام عرصہ سے سن رہا تھا مگر اس کی عظیم الشان حیثیت کا اندازہ اسے دیکھ کر ہوا۔ یہ شہر قاہرہ کے بعد افریقہ کا دوسرا بڑا شہر ہے اور اس علاقہ کا اہم تجارتی مرکز۔ آبادی بیس لاکھ سے بھی زائد ہے۔

شمالی مغربی افریقہ بڑی سرسبز و شاداب ہے اور پورا علاقہ قدرتی مناظر اور زرخیز زمین اور معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ خاص طور پر مراکش اس لحاظ سے بہت ممتاز ہے۔ یہ پورا ملک آب و ہوا، جھیلوں کی کثرت اور قدرتی مناظر میں کشمیر سے مشابہ ہے۔

مراکش کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مغربی تمدن کے ساتھ زندگی کے معاشرت پر اسلامیت اور عربیت کی چھاپ نمایاں ہے۔

مراکش میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک قدیم استاد شیخ تقی الدین ہلالی المراکشی سے بھی ملاقات ہوئی۔ ہلالی صاحب سے ہم نے خاص طور پر ہمارے رفیق مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے عربی زبان و ادب کی تحصیل میں بہت استفادہ کیا ہے۔

جمعیۃ الجامعات کے جلسے سے پہلے مراکش کے تین شہروں کی سیاحت کا موقع بھی مل گیا۔ دارالبیضاء (کاسابلانکا) سے مکناس جانا ہوا۔ یہ شہر اس ملک کا دینی اور روحانی مرکز ہے، موجودہ سلطنت کے بانی سیدی ادریس کا بھی یہ مرکز رہ چکا ہے۔ اس کے بعد فاس کو دیکھا جو مراکش کا قدیم ترین تعلیمی مرکز ہے، یہاں جامع قرویین ایک قدیم جامعہ ہے۔

مغرب (مراکش کو المغرب کہا جاتا ہے) کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تعلق ہمیشہ اہل بیت سے رہا ہے، یہاں کے باشندے سادات اہل بیت کے معتقد ہیں اور اس علاقہ کی حکمرانی کا انہیں حقدار و مستحق سمجھا، اسی کو سعادت سمجھتے ہیں۔ یہاں کی قدیم قوم بربر جو طبیعت کی بڑی سخت اور ارادہ کی پختہ تھی اس قوم کو فتح کرنے کے لئے زور بازو سے زیادہ روحانیت اور اخلاق کی ضرورت تھی۔ ان سادات میں یہ صفات تھیں، اور اس سے متاثر ہو کر بربر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اہل مغرب کی سیاست اور عقیدت کا محور و مرکز ہمیشہ سے سادات رہے ہیں۔ موجودہ حکمراں شاہ حسن کا تعلق بھی چونکہ سادات سے ہے اس لئے ان کے خلاف کی جانے والی ہر سازش کو اس سے اور ان کے خاندان سے وابستہ عقیدت کے جذبے نے ناکام کیا ہے۔

مراکش کے جن شہروں کو دیکھنے کا موقع ملا وہاں عوام میں دینی رجحان نظر آیا، مسجدیں آباد ملیں، دینی کتابوں اور اسلامی شخصیتوں سے یہاں کے لوگوں خاص طور پر نوجوانوں کو واقف پایا۔ ہمیں مراکش پہونچ کر اندازہ ہوا کہ ہماری کتابوں کی یہاں کثرت سے اشاعت ہوئی ہے اور لوگ بخوبی واقف ہیں۔

جمعیۃ الجامعات کے جلسے سے پہلے ہماری سیاحت کے زمانہ میں استاذ علال الفاسی مرحوم کی برسی کے سلسلے میں یہاں ہفتہ منایا گیا، ملک کے مختلف مقامات پر ان کی یاد میں جلسے ہوئے جن میں ان کی خدمات اور شخصیت پر روشنی ڈالی گئی اور اپنے مرحوم رہنما کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ استاذ علال الفاسی مرحوم مراکش کے دینی اور سیاسی رہنما تھے، میرا ان سے تعارف اس وقت ہوا جب وہ رابطہ عالم اسلامی کے رکن منتخب ہوئے، رابطہ کے جلسوں میں ان کی نشست میرے قریب ہی

ہوا کرتی تھی، اس طرح مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا، عرب علماء میں ہندوستان کی دینی علمی شخصیتوں اور تحریکوں سے ان سے زیادہ کوئی واقف نہیں، خاص طور پر حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے وہ بہت متاثر تھے، خاص طور پر ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے وہ بہت زیادہ قائل اور ثناخوان تھے، ڈاکٹر اقبال کے کلام کا انہوں نے خاص مطالعہ کیا تھا اور اپنی تقریروں میں ان کے اشعار کا بکثرت حوالہ دیتے تھے۔

ان کی یاد میں منائے جانے والے ہفتہ کے افتتاحی جلسے میں مجھے تقریر کی دعوت دی گئی تو میں نے ان سے قریبی تعلق کا حق سمجھتے ہوئے ان کی شخصیت اور خدمات پر اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں تقریر کی۔

جمعیۃ الجامعات الاسلامیہ کی میٹنگ ۸ مئی سنہ ۷۵ء سے شروع ہوئی، اس میں سعودی عرب، شرق اردن، لبنان، ایران، شام، سوڈان، روس، ہندوستان، پاکستان، ترکی، عراق، تیونس اور مغرب کے علماء اور ماہرین تعلیم غرض عالم اسلام اور دنیا کے مختلف علاقوں کی اسلامی یونیورسٹیوں اور اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی، اس جمعیۃ کے صدر مراکش کے استاذ محمد الفاسی ہیں۔

جمعیۃ الجامعات کا مقصد عرب اور مسلم ممالک میں علوم اسلامیہ اور عربی زبان کی تعلیم کو ترقی دینا اور دنیا کی تمام اسلامی یونیورسٹیوں میں اسلامیات کی تعلیم اور اس کے فروغ کے سلسلے میں جو رکاوٹیں ہوں انہیں دور کرنا، جو مسائل و مشکلات درپیش ہوں ان کی حل کی کوشش کرنا۔

اس میٹنگ میں اس سلسلے میں کئی مفید تجاویز پر غور کر کے انہیں منظور کیا گیا۔

میں نے اب تک وہ شہر نہیں دیکھا تھا جس کے نام سے یہ پورا ملک معروف ہے یعنی مراکش۔

جمعیۃ الجامعات کے جلسوں کے بعد مراکش ایک روز کے لئے جانا طے تھا، لیکن جمعیۃ کے ذمہ داروں نے اس پر اصرار کیا کہ میں دو روز مراکش رہوں کیونکہ دوسرے دن شاہ حسن والی مراکش نے تمام مندوبین کو کھانے پر مدعو کیا تھا اور شام کو ان سے خصوصی ملاقات کا پروگرام طے تھا، مراکش سے لندن جانے کے بعد واپسی کا پروگرام تھا، ٹکٹ بھی پہونچ چکے تھے اور لندن میں اپنے احباب کو آمد کی اطلاع بھی دی جا چکی تھی۔ مجھے مراکش ایک روزہ مزید قیام بہرحال ناگوار تھا لیکن رکنے کا اصرار یہ

۔ قبول کیا۔ اور بعد میں اندازہ ہوا کہ
یہ مفید تھا۔ خاص طور سے ملاقات کے
ندوہ ہی کی طرف سے ترجمانی اور خطاب
کی بھرپور ادائی گئی۔ میں نے مناسب الفاظ
زبان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی
کاوشوں کا احساس دلایا۔ تقریر و تقریب
اللہ جو اپنی تقریر میں اچھے تاثرات اظہار
فصیح عربی زبان بول رہے تھے۔ ان کی
تقریر سے اندازہ ہوا کہ ان کا مطالعہ
وسیع ہے۔ دینی علوم پر بھی ان کی نظر
...نے اپنی تقریر میں حدیث کی متعدد
...ں اور دین کے اخلاق اور
...وں کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا۔
...ش کا سفر ہر لحاظ سے مفید اور کامیاب
...ہونے کے باعث افریقہ کے اس قدیم
...پر اچھے مشاہدات و تاثرات قلمبند
...کی بیداری کی جو شاہد جلد عمل میں آ گئے۔
...الاقوامی اسلامی کانفرنس کے سلسلے میں
...کا سفر ملتوی کئے جانے کے بعد واپسی
...لندن کے چند روزہ قیام کے کیا اسباب تھے؟
...واپسی کے موقع پر میں نے چند دن
...میں قیام کیا۔ اس سے پہلے تین مرتبہ مجھے
...پ کے مختلف ممالک کے سفر کا اتفاق
...اس موقع پر لندن میں کئی کئی ہفتے
...ہی رہا۔ اس قیام کے دوران مجھے
...ستان کے مختلف اضلاع اور مرکزی
...ت کے دورے کا موقع ملا۔

اس مرتبہ مجھے خاص طور پر اپنی
...وں کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹروں
...مشورہ کے لئے بعض احباب نے لندن
...پر اصرار کیا تھا۔ لندن میں ہندوستانی
...ستان اور دیگر مشرقی ممالک کے
...باد اس قدر مسلمان آباد ہیں۔ یہاں کے
...محلوں پر ہندوستان یا پاکستان کے
...کا شبہ ہوتا ہے۔ معاشرت، زبان،
...کا طریقہ کھانے کا ذوق غرض
...مشرقی ممالک کی طرح، انگلستان
...ف مقامات پر بکثرت مسجدیں جاری
...دینی و اسلامی مراکز قائم ہیں۔ جہاں
...دینی اور تبلیغی اجتماعات ہوتے ہیں۔
...میں اسلام سے دلچسپی اور اس کے مطالعہ کا
...ق پیدا ہو رہا ہے۔ غیر مسلموں کے قبول
...کے واقعات بھی نادر نہیں رہے۔ ایک
...ت یہ دیکھنے میں آئی کہ گرجا مسجد
...ہے ہیں۔ غیر آباد گرجاؤں کو مسلمان
...خرید کر وہاں مسجد بنا رہے ہیں۔ عیسائی
...مقصد کے لئے گرجا فروخت کرنے کو
...مینہ ہیں دیتے ہیں۔ جہاں نوشی ...

ہی تو اس کا دوسرا پہلو بڑا نازک ہے مجھے اس سفر میں انگلستان کے کئی شہروں اور لندن کے مختلف مقامات پر لوگوں سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ میں نے انہیں خصوصی طور پر اس اجنبی ملک میں ان کی نازک اور اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی میں نے انہیں کہا کہ آج سے صرف دو یا ڈھائی سال پہلے اگر کوئی زندگی پر پیشگوئی کرتا کہ وہ انگریز قوم جس کے ہم آج غلام ہیں ان کے ملک میں گرجا مسجدوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور وہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے دینی شعائر ادا کر سکیں گے تو ہم اس خوش گمانی کی زندگی سے انکار کر دیتے۔ دیکھنا ہو، ماشاء اللہ آج یہ سب آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ انقلاب دیکھ رہے ہیں کہ یہاں ... [illegible] ... میں مسلمان آباد ہیں اور ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ مسلمانوں پر بڑی نازک ذمہ داری ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ یہاں کے غیر مسلم باشندے ان کے اخلاق، معاملات اور معاشرت سے اسلام کی بھی نمائندگی کریں۔ انسان کتاب سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جتنا عملی نمونے سے اثر قبول کرتا ہے۔ آپ کو اس ملک میں اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار و روایات کا امین ہو کر رہنا ہے۔

ایک افسوسناک بات جس کا کسی قدر اندازہ مجھے لندن کے گزشتہ سفروں میں بھی ہوا تھا اس بار کھل کر ہوا اور وہ یہ کہ بعض ناخوشگوار اور ناپسندیدہ ... لوگوں نے مسلکی تعصب، فروعی مسائل، اور فقہی کلامی بحثوں کو یہاں بھی چھیڑ دیا ہے۔ جو فروعی اختلافات اور فقہی کلامی بحثیں ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں میں باہمی نفرت و دشمنی کا سبب بن گئی ہیں۔ ان فتنوں کو اس ملک میں بھی ہوا دی جا رہی ہے جہاں مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔

س:۔ برصغیر کے مسلمانوں کی یہ روایت رہی ہے کہ انہوں نے دنیا کے مسلمانوں کے دکھ درد اور مسرت و خوشی میں ہمیشہ اپنے کو شریک سمجھا ہے عالم عرب اور دنیا کے مسلم ممالک کے عوام بھی ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل میں دلچسپی لیتے ہیں؟

ج:۔ آپ نے ایک اچھا سوال کیا۔ مسلم ممالک میں دینی تحریکوں اور اسلامی افکار کی اشاعت لٹریچر نے یہ شعور پیدا کر دیا ہے کہ وہ دنیا کے مختلف مقامات پر بسنے والے اپنے دینی بھائیوں کے مسائل و مشکلات سے باخبر اور فکر مند ہوتے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل سے انہیں دلچسپی ہے پچھلے ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات میں مسلمانوں کے نقصانات سے انہیں تشویش رہی تھی اب مسلم پرسنل لا، خاندانی منصوبہ بندی اور اس سلسلے میں مرکزی حکومت کی پالیسی اور حال ہی میں ہمارے ملک کی بعض ریاستوں میں خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں جس جبر اور ترہیب کا طریقہ اپنایا جا رہا ہے اس پر مسلم ممالک کے دانشور، علماء اور وہاں کی حکومت کے ذمہ داروں کو تشویش ہے۔ مجھ سے مختلف مسلم ممالک کے کئی بااثر حضرات نے اپنی فکر و تشویش کا اظہار کیا۔ ان لوگوں نے اس بات پر بھی اپنی حیرت و استعجاب کا اظہار کیا کہ ہندوستان میں بعض مسلم ممالک کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ وہاں بھی جبری نسبندی کا قانون ہے اور مسلم پرسنل لا میں اسی طرح ترمیم ہو رہی ہے جس کا ہندوستان میں مطالبہ ہے ان حضرات نے اس پروپیگنڈہ کی پرزور تردید کی۔ دنیا کے دور دراز ممالک آج اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ ایک دوسرے کے صحیح حالات و واقعات سے کوئی بے خبر نہیں۔ دہلی کے ترکمان گیٹ کے حادثے کے موقع پر میں وہیں تھا۔ جب فائرنگ اور شہریوں کی جان و مال کے نقصان کے واقعات کا وہاں خاصا چرچا تھا اور عوام و خواص اپنے غم و افسوس اور فکر و تشویش کا اظہار کیا کرتے تھے۔

س:۔ لبنان کے تشویشناک حالات کے سلسلے میں آپ کا کیا اندازہ ہے؟

ج:۔ مراکش میں جمعیۃ الجامعات کی میٹنگ کے لبنان سے تعلق رکھنے والے مندوبین سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے مشاہدہ میں لبنان کی خانہ جنگی میں مسلمانوں کا بڑا جانی نقصان ہوا اور بہت سے مجبور اور بے گھر لوگوں کو ... [illegible] ... استعمال کرتے تھے ... [illegible] ... اگر یہ جدوجہد ... [illegible] ... اور تقسیم لبنان کا منصوبہ ... [illegible] ... قائم کرنا بڑا دشوار ہے۔

---

رشید کوثر فاروقی

## یادوں سے اُمیدوں تک

چھیڑ کوئی زمزمہ نغمہ گر انجمن!
ہائے وہ عہدِ کہن، ہائے وہ رنگِ چمن
لالہ و نسرین، ستم، غنچہ و گل خیمہ زن
رات کے پچھلے پہر قطرۂ شبنم، مگر
مشعلِ اہلِ وفا ٹوٹ کے یاد آئی ہے
پیار بھی ناپائدار، غیر بھی نامستقل
موت کے صیاد سے بے خبری الاماں!
پوچھئے کس سے پتا فطرتِ آزاد کا
گھر میں ملفوف ہے حوصلۂ زندگی
بے کسی اب کہاں، چومے ان کے قدم
ہم دلانِ جنوں خوش ہیں کہ سر بچ گیا
باب قفس کھل بھی جائے ٹوٹ بھی جائے حصار
زردیِ خطِ افق مانگ رہی ہے لہو
شانۂ تدبیر بھی گم تو نہیں ہے ہنوز
یاس کی آنکھوں میں پھر روشنی آنے کو ہے
نورِ مہ ابر پوش عقدہ کشا چاہیے
اے نگہِ آرزو پردہ اٹھے گا ضرور
آبروئے انجمن قطبؒ و مجتبیٰؒ سے ہے
موت کا گھونگھٹ اٹھائے کوئی سرکار زار
بسمل حسنِ حرم اور ہیں اپنے طواف
جسمِ شبیہِ وفا بام آویخت
عشق چلا ہے لئے نذرِ گل و یاسمن
آپ وہ ہوا کے عوض تول دیئے رنگ و بو
ساقیِ تشنہ نواز! ذوق بھی اک چیز ہے

دیر سے سنسان ہے وادیِ گنگ و جمن
شام شمیم و شفق، صبح نسیم و شمن
مکتبیں خانہ بدوش، بادِ صبا بے وطن
دھوپ چڑھے خندۂ نسترن و نارون
چاند کو جب جب لگا پورنما میں گہن
دور بدورِ جہاں سلطنتِ مکر و فن
گھوم رہی ہے زمیں ناچ رہے ہیں برن
کوئی رہینِ خزاں، کوئی اسیرِ چمن
صبح کی آنکھیں ہیں بند اونگھ رہا ہے گگن
جن کے ضمیروں میں ہو خارِ گنہ کی چبھن
رہ گئی دعوے کی شرم چوک گئے سنگ زن
قید سے کم تو نہیں بندِ ہوا کی گھٹن
تاکہ جنے سحر، تاکہ جواں ہو کرن
گیسوئے تقدیر ہے گو شکن اندر شکن
آنے کو ہے کنعاں میں رائحۂ پیرہن
سنگِ سیہ رنگ میں جیسے جڑے ہوں رتن
حسن ہے صبر آزما، عشق ہے رکھ شکن
آن خبیثی سے ہے زینتِ دار و رسن
آئے کہ نوشاہ کی راہ تکے ہے دلہن
جیسے فرہاد کے گرد رقصِ غزالِ ختن
اب بھی وہی راگنی، اب بھی وہی بانکپن
خون کے دھبے نہ دیکھ، دیکھ بہارِ کفن
دیکھ نہ تو خاک چمن پھول کا دیوانہ پن
ساغرِ امروز میں ڈھال شرابِ کہن

عمر تری ہو دراز کوثرؔ معنی طراز
تیری نواسنجیاں ہیں سخن اندر سخن

صفحہ ... شعیب عمری

# یہ چھپائے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جاں نثاروں، دشمنوں سے پیار کا وہ خاکہ جو ہر دور میں آپ نے جیتے دیکھا ہوگا تو کبھی کسی پیار کا وہ خاکہ جو دلوں کے لیے زندہ ہے بیجا عبرت ہی اس کی مثال بھی دیکھیں ہے۔ اس کی شان مدینہ کی گلیوں میں لے گئی آئیے اور دیکھئے۔

## اے مہاجر تمہارا آنا مبارک

فتح اسلام، مسلمان اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن جس نے آپ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ جب مکہ فتح ہوا تو اس کا بیٹا اور اپنے خاندان کے تمام مجرم یاد آ گئے اور بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں وہ خود یمن گئیں، اور عکرمہ کو تسکین دی اور ان کو لیکر مدینہ آئیں۔ حضور کو ان کے آنے کی خبر ملتی ہے تو آپ ہر مقدم کے لئے نکلتے ہیں، اور اس تیزی سے نکلتے ہیں کہ جسم مبارک سے چادر تک گر جاتی ہے اور جوش مسرت میں فرماتے ہیں "اے مہاجر سوار تمہارا آنا مبارک"۔ غور کیجئے بیار کس کو دی جا رہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر ہے، یہ معافی نامہ کس کو دیا جا رہا ہے۔ اس کو جس کے باپ نے آپ کو تمام زندگی میں سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ جس نے آپ کے جسم مبارک پر نجاست ڈلوائی۔ جس نے بحالت نماز آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ جس نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر آپ کو پھانسی دینی چاہی۔ جس نے دارالندوہ میں آپ کے قتل کا مشورہ دیا۔ جس نے جنگ کر کر بدلہ اور کسی بھی طرح صلح پر راضی نہ ہوا۔ آج اسی کی آمد پر مسرت و شادمانی ہے۔

لیکن مسلمانو! تمہارا کیا حال ہے۔ اپنے تو اپنے اغیار بھی تمہارے دشمن ہیں۔ ظلم جبر نے اس کی مثال کو بھی دو سو برس پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

> جس کی خبر کہ ہر دا ب ... وہ شخص
> دلوں دشمناں ما ... زنده تنگ
> ... شود این مقام
> کہ با دوستانت خلاف است جنگ

ہم نے سب کو اشرف بنے دشمن ہے۔ لہذا کسی بھی قوم سے پوچھئے وہ بتائے گی یہ مقام ہمیں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ ہمیں اپنے پیغمبر کی اتباع کی توفیق ہو۔

## کیا جواب دو گے؟

عبدالملک بن مروان (جو اموی سلاطین میں سے ہے) نے جب خانہ کعبہ پر سنگ باری کی تو سعید بن المسیب ایک حق گو بزرگ تھے انہوں نے اس کی اس حرکت پر تنقید کی۔ جب عبدالملک بن مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے دربار میں بلایا اور کہا کہ تو نے میرے خلاف جو کچھ عام مجمع میں کہا ہے اس کا کیا جواز ہے اور اس کی تجھے کیا سزا دی جائے۔ اس کے جواب میں امیر وحق نے جو کچھ کہا وہ حق گوئی کا شاہکار ہے۔ انہوں نے کہا دنیا کا کوئی مسلمان بھی خانہ کعبہ پر سنگ باری کرنے والا نہیں ہو سکتا لیکن اے عبدالملک حیرت ہے کہ ایک مسلمان ہو کر تو نے سب کچھ کیا۔ یاد رکھو میں حکومت اور اقتدار کے زعم میں تو نے یہ مذموم حرکت کی ہے وہ چند روزہ اور فانی ہے یاد رکھو جس دن خدا کے روبرو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو گے اور خدائے تعالیٰ تم سے پوچھے گا تو اس دن تم کیا جواب دو گے!۔

حقیقت ہے کہ جو دل خوف خداوندی سے پاش پاش ہو گیا وہ دنیا کی سطوت و جبروت کے آگے نہیں جھک سکتا۔ حق کی سلطنت پر بادشاہوں کی زبردستی ... کم ہی ہیں۔

## میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمانۂ خلافت میں اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے تمہارے پاس کچھ ہو تو دو تاکہ انگور خرید کر منگا لیں۔ اہلیہ محترمہ نے جواب دیا میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے میں کہاں سے دوں۔ آپ امیرالمؤمنین ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھا سکیں۔ فرمایا دل میں انگور کی تمنا لے جانا اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن انگور کی خاطر میں بیت المال کا ... اور کل روز قیامت کی زنجیر میں جکڑا جاؤں۔

کاش ہر مسلمان گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ ہمارا کیا حال ہے۔ دو کن کن طریقوں سے مال و دولت حاصل کرتے ہیں۔ ... اور جو آخرت سے بالکل غافل ہو چکا ہے ہمیں فکر تک نہیں ہوتی۔

## مجھے گناہوں کا مرض ہے

حضرت شبلیؒ (جو مشہور صوفیاء میں سے ہیں) ایک مرتبہ ایک طبیب سے کہا کہ مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا آپ کے پاس ہو تو مجھے عنایت کیجئے۔ جہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے تنکا چنتا ہوا ایک شخص نظر آیا۔ اس نے سر اٹھا کر کہا شبلی! یہاں آؤ میں اس مرض کی دوا بتاتا ہوں اور سنو!

حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے درخت کے پتے، ادب کی چھال، حسن اخلاق کے بیج، یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستے میں کوٹنا شروع کرو اور اشک پشیمانی کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے پر پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائی قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبانی کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا جس وقت تیار ہو کر اترے تو اسے خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔ اس کے بعد شبلیؒ نے سر اٹھا کر دیکھا تو دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

## تمہارے آقا بھی وہی کھاتے ہیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کا جوڑ جوڑ کانپنے لگتا تھا۔ علماء لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز روزانہ رات کو تمام علماء کو جمع فرمایا کرتے تھے اور موت اور قیامت کا ذکر کرکے اس قدر رویا کرتے تھے کہ جیسے کوئی ماں جنازہ رکھا ہے۔ خلافت کا بار آپ کے سر پر رکھے جانے سے پہلے آپ بہت موٹے تازے تھے اور خلافت کے بعد فکر آخرت میں گھل گھل کر اتنے دبلے ہو گئے تھے کہ جسم کی ایک ایک ہڈی دور سے گنی جا سکتی تھی۔ ایک روز آپ کے غلام نے آپ کی بیوی سے شکایت کی کہ روز دال کھانے کھاتے ناک میں دم آ گیا ہے طبیعت بہت اکتا گئی ہے۔ اس پر محترمہ نے جواب دیا کہ تمہارے آقا امیرالمؤمنین بھی روزانہ دال ہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو۔

## میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں

حضرت امام زین العابدین بہت عابد و زاہد تھے۔ حضرت علیؓ کے پوتے تھے اور روزانہ ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ بیشتر وضو کرتے وقت آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ عجیب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے فکر کرتے ہیں مگر رہنے والے گھر کی فکر نہیں۔ جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا اور نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن کانپنے لگتا تھا کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا عجیب نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔

افسوس کہ ہم نے بھی سلف صالحین کی زندگی پڑھی لیکن ہمارے سامنے ہزاروں واقعات ہیں لیکن بے اثری کی کیفیت یہ ہے کہ کوئی فرق پیدا نہیں ہو سکا۔

## اپنی آخرت کیوں برباد کروں

حضرت سیرین ... فرمانے لگے کہ سب سے عجیب یہ دیکھا کہ روٹی کھا کر کباب اور دستر خوان پر بیٹھے ہیں۔ ہم سے سوال ہے ان کا اس طرح عمل ہے جس نے سوال کیا آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کر رکھا ہے فرمایا اس وجہ سے کہ پیٹ بھر جانے اور مزیدار ہونے کا احساس نہ ہو تو معلوم ہوا کہ ہر لقمہ پر شکر کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ بس میں اپنی آخرت کیوں برباد کروں۔

خوشخبری
خوشخبری

پریشان و مایوس مریض خوش ہو جائیں!

مرض خواہ کتنا ہی پرانا یا مہلک کیوں نہ ہو امراض مردانہ، زنانہ، برص، پتھری، پرانا نزلہ۔

ہمارا علاج انشاء اللہ ان کیلئے تریاق ثابت ہوگا۔

پتہ: حکیم ... 2765 بربری ہاؤس، چاکسو، جے پور

# افادات گیلانی

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ہندوستان کے معروف نابغۂ روزگار محقق و مصنف اور بلند پایہ مفسر پاک ذی علم دین گذرے ہیں۔ آپ نے سورۃ العصر کی مختصر اور جامع تشریح تفسیر اپنے خصوصی و موثر انداز میں بیان فرمائی ہے جسم بڑی کیف و تاثیر چند موعظت کی بنیاد پر ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

(نیاز آگیں۔ محمد ارشد عفا اللہ عنہ)

ایک ایسا شکنجہ جس میں جو بھی دب گیا اس کو نچوڑ کر رکھ دیتا ہے یا ایسا کولھو جس میں تل ڈالے ہوں یا تخم جو بھی ڈالے گئے ان کو پیرتا چلا جانا یہی اس کولھو کا کام ہے۔

ایک ایک قطرہ کو نچوڑ کر رکھ دینے والا اور ریشہ ریشہ سے تیل کی ایک ایک بوند کو پیر کر نکال دینے والا کولھو اسی کا نام زمانہ ہے عربی زبان میں ایک نام اسی زمانہ کا جا اسی لئے "العصر" بھی ہے جو نچوڑنا اور پیرنا عصر کے ایک معنی بھی ہیں۔ دیکھئے آب و تاب سے آفتاب مشرقی افق سے سر نکالتا ہے، تاریکیوں کو پھاڑتے ہوئے اور اندھیروں کو دھکیلتے ہوئے، نکلنے کے بعد یہی خورشید جہاں تاب چڑھتا ہے چڑھتا ہی چلا جاتا ہے، جاہ و جلال کے آخری عروج نقطہ پر پہنچ کر ٹھیک جب سمت الراس پر ہم اس کو پاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا روشنی ہی روشنی سے بھر گئی، افق سے ثریا تک نور ہی نور کا جلوہ نظر آتا ہے تاریکی کافور ہو گئی، لمن الملک الیوم (کس کی سلطنت ہے آج کے دن) کی آواز گو نہ سنوا ہی اگر کرۂ خورشید سے آتی ہو تو شاید حال ہی کی ترجمانی پر خیال ہو سکتا ہے۔

مگر پھر ہو ہی کیا جو ہی یہ نظارہ ہمارے سامنے پیش آتا ہے کہ غیر محسوس طور پر آفتاب کی کرنوں کی جگمگاہٹ پھیکی پڑتے ہوئے ایک ایسے نقطہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے مدد فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ زمانے کے شکنجے اور العصر کے کولھو نے آفتاب کی کرنوں کو نچوڑتے پیرتے ہوئے ختم کرنا شروع کر دیا ہے، دیکھئے ایک ایک کرکے کہیں نچلی کرن کھو دیتی ہیں نور کا کوئی قطرہ باقی نہ رہا روشنی کا سرچشمہ خشک ہو چکا، عصر کے بعد شام کا وقت آگیا اور ساری عظمت و شوکت خورشید کی غائب ہوگئی زمانے کے اس شکنجے اور العصر کے اس کولھو میں غریب الانسان بھی ڈال دیا گیا اس کے چھوٹے بھی نچوڑے جارہے ہیں اور جو ان میں بڑے سمجھے جاتے ہیں ان کو بھی عصر کے کولھو پیر رہا ہے، نچوڑ رہا ہے پیرتا چلا جا رہا ہے نچوڑتا چلا جا رہا ہے، بڑھنے کے بعد گھٹ رہا ہے، اونچے ہونے کے بعد نیچے ہو رہے ہیں اور آخر میں یہ کہ اسی العصر کے کولھو میں پڑ جانے کا نتیجہ ہے اپنے آپ کو جو سمجھتے ہیں کہ "ہم ہی سب کچھ ہیں" انھیں دکھایا جا رہا ہے کہ "کچھ نہیں" جو ہو کر ختم ہو رہے ہیں۔

"قسم ہے العصر کی بلاشبہ انسان ٹوٹے اور خسارے میں ہے" جو قرآن کی سورہ عصر کی پہلی آیت "والعصر ان الانسان لفی خسر" کا لفظی ترجمہ ایک واقعہ ہے جو ہر ایک کے سامنے پیش ہو رہا ہے ہم بھی دیکھ رہے ہیں اور ہم سے پہلے بھی دیکھنے والے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ العصر کے اس شکنجے اور کولھو میں پھنس جانے کے بعد نچوڑے جانے اور پیرے جانے کے اس قدرتی عمل سے بچ نکلنے کی بھی کوئی ممکنہ صورت ہے۔؟

اس سوال کے جواب میں کسی فلسفی کا دماغ اور شاعر کا ذہن نہیں بلکہ قدرت کے قانون کا جو منشی ہے اس نے "الانسان" کی شخصی بقا اور نوعی بقا دونوں باتوں کی خاطر لئے جو یہ اطلاع دی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے اس کی مرضی سے آگاہی حاصل کرے اور اس کو مان لینے کے بعد اس کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو رکھنے کی کوشش میں جو مشغول رہا الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات (مگر جنھوں نے بڑی باتوں کو جو رسولوں کے ذریعہ پہنچائی گئی ہیں ان کو مان لیا اور کرتا رہا ہے کام یعنی خدا کی بتلائی باتوں کے مطابق کام کرتا رہا) کا مصداق بنا رہے گا، اس کو شخصی بقا کی بشارت دی گئی ہے زمانے کے شکنجے اور العصر کے کولھو میں پھنس جانے کے بعد باوجود نچوڑے اور پیرے جانے کے وہ پانی کا کا نچوڑا نہیں گیا اور نہ پیرا ہی گیا بلکہ ساری زندگی اس کی اس سے بھرنے اور عرق ہی عرق سے معمور ہونے میں گذرتی رہی ہے اور یہ تو شخصی بقا کی ضمانت ہوئی باقی "الانسان" کی نوعی بقا کی ترکیب زمانے کے شکنجے میں کس جانے کے بعد کیا ہے۔ العصر کے اس کولھو میں گردش کھانے والوں کو رحمت و زحمت نعمت و مصیبت ان ہی دو قسم کے حالات میں سے کسی ایک حال سے بہر حال گذرنا پڑتا ہے۔ راحت جب میسر آتی ہے اس گردش میں شکر ادا کرنے کے جب مصیبت ہوتی ہے تو آدمی کا دماغ بہکنے لگتا ہے جو واقعہ ہے اس سے نکالی نچوڑ

ہیں اور حقیقت ہے جن باتوں کا تعلق نہیں ہوتا ہو اس قسم کی باتوں کے سوچنے کے نقصان میں وہ مبتلا ہو جاتا ہے یہی بڑی ناشکری اور حد سے زیادہ ترش گمراہی ہوتی ہے، سچ کو سچ ہی ماننا ہے حق کے سامنے سے بچنے نہ پائے، اس کے لئے بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیادہ اس وقت جب وہ انھوں کو مصائب و آفات گھیر دیتے ہیں، حالات و حوادث ہوتی بیتاب بنا دیتے ہیں حواس کو پراگندہ اور پریشان کر دیتے ہیں زندگی کی ان دونوں حالتوں میں ضرورت ہوتی ہے کہ خواہ دو ہی آدمی باقی رہ گئے ہوں لیکن اس میں اس وقت جب نعمت کی گھڑیاں ہوں ایک دوسرے کو "حق" پر ٹکنے باندھے رکھیں اس پر جمے اور ڈٹے رہنے کی تلقین و وصیت اس طور پر کرنا چاہئے کہ جو سچ ہے وہ سچ ہی معلوم ہوتا ہے تنہا اس سے ہٹنے نہیں۔ اسی طرح جب مصائب کے بادل گھر ہیں آفات و حوادث کی تیز و تند ہوائیں چل رہی ہوں تو چاہئے کہ یہی دو آدمی ہیں ایک دوسرے کی ڈھارس قلب کی اس کیفیت کے پیدا کرنے بندھاتے رہیں جس کا نام قرآن میں الصبر ہے جو قرآنی اصطلاح میں دل کے اس حال کا نام ہے جب سارے اسباب سے مایوس ہو کر اللہ کے سوا اپنے پاس آدمی کسی اور کو نہ پائے دلی اعتماد بالحق اور بالصبر کے الفاظ میں غور کیجئے اور الانسان کی نوعی بقا کے راز کو پانا چاہتے ہوں تو ان ہی الفاظ سے پانے کی کوشش کیجئے وحدت یقین کے ساتھ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہی کا ایک طریقہ یہی ہے جو اجتماعوں کی شکل میں آپ کے سامنے آتے رہتے ہیں، دنیا میں انسان بنا کر دنیا میں بھیجے جاتے رہے اپنی نسلوں کو بھیجا رہے اس کی تدبیر خود سوچئے تو اس بالحق تواصی بالصبر کے نگہ رہا او طریقوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اب اس کے بعد پھر ایک مرتبہ سورہ العصر کا ترجمہ اور مفہوم سن لیجئے تاکہ حقیقت ذہن نشین ہو جائے جناب نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (اپنی تضییع عمر کی وجہ سے) خسارہ میں ہے، مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو دوسرے کو (اعتقاد) حق پر (قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔"

مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ انسان ایمان اور ایمان صالح تواصی بالحق اور تواصی بالصبر والی زندگی اختیار کئے ہوئے ہو اور اس راہ پر گامزن ہو تو العصر کے کولھو میں اپنے کو پیرا ہوا نہیں پائے گا اور تضییع عمر کے جال میں اپنے آپ کو پھنسا ہوا نہیں پائے گا۔

اللہ کی توفیق ہو اور عزم مصمم ہو تو بیشک یہ آسان بھی ہے۔

## ضرورت ہے

پندرہ روزہ تعمیر حیات کیلئے ہندوستان کے مختلف مقامات اور تجارتی مراکز میں دیانتدار اور محنتی گشتی سفیروں کی جو اشتہارات وصول کریں اور نئے خریدار بنائیں۔

خواہشمند حضرات اس پتہ پر خط و کتابت کریں

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ لکھنؤ

دور حاضر کی بہترین گھریلو دوا

## نورانی تیل

ہر قسم کے درد، چوٹ، ورم، جلنے کٹنے کی بہترین دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، دہلی

# تاریخ کے دریچے سے!

## شاہی خزانے کی حفاظت میں ایمانداری:

سلطان محمود غزنوی نے امیر حاجب التونتاش کو خوارزم میں مامور کیا، اور اس کی تنخواہ ایک لاکھ بیس ہزار دینار مقرر کی، خوارزم کی کل آمدنی ساٹھ ہزار دینار تھی، اس لئے ایک سال کے بعد التونتاش نے شاہی دربار میں لکھ بھیجا کہ وہ اپنی تنخواہ میں ساٹھ ہزار دینار تو خوارزم کی آمدنی سے وضع کر لے گا، اور بقیہ ساٹھ ہزار دینار شاہی خزانہ سے بھیج دئے جائیں۔ سلطان محمود غزنوی کے وزیر احمد حسن میمندی کو یہ بات پسند نہ آئی، احمد نے التونتاش کو لکھ بھیجا کہ خوارزم کی آمدنی تو شاہی خزانہ میں آنی چاہئے، اور وہ اپنی تنخواہ الگ سے وصول کرے تاکہ محمود اور التونتاش میں فرق باقی رہے، ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سلطان کو حقیر نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے وزیر کو قابل جاہل تصور کرتا ہے، آقا کے حق میں غلاموں کی شرکت سے بڑے خطرے پیدا ہو جاتے ہیں، پھر لکھ کر وزیر احمد نے التونتاش کے پاس وہی غلام بھیجکر ساٹھ ہزار دینار شاہی خزانے کے لئے منگوائے اور التونتاش کو علیحدہ سے تنخواہ دلائی۔

**ہنر کی نوازی:** ہنشیا بجلی کے مصنف کی روایت ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی نے کالنجر کے راجہ پر حملہ کیا تو کالنجر کے راجہ نے ایک قصیدہ سلطان محمود غزنوی کی شان میں لکھ کر اس کے پاس بھیجا، جب سلطان نے اپنے یہاں کے ہندی جاننے والے درباریوں سے نظم کا مطلب سنا تو وہ اتنا خوش ہوا کہ اس نے نہ صرف کالنجر پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا بلکہ راجہ کو پندرہ قلعے اپنی طرف سے انعام میں دے دئے۔

## طالبعلموں سے ہمدردی:

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ایک رات سلطان محمود محل سرا سے پیادہ باہر نکلا، [illegible] راستہ میں ایک مدرسہ کے طالب علم کو دیکھا کہ کسی دوکان کے چراغ کے سامنے کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے، معلوم ہوا کہ وہ چراغ خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا، سلطان محمود نے اسی وقت اپنے [illegible] شمعدان دیدئے، [illegible] ہوئی کہ آپ اس علم پروری پر تحسین اور دعائے خیر ارشاد فرماتے ہیں۔

## سلطنت کی بدنظمی پر ایک بڑھیا کی تنبیہ:

تاریخ گزیدہ میں ہے کہ نیشاپور سے ہندوستان تک تجارتی قافلہ آیا جایا کرتا تھا، ایک دفعہ قزاقوں نے ایک قافلہ لوٹ لیا، اس میں ایک بڑھیا کا نوجوان بیٹا بھی تھا، وہ بہت مغموم بادشاہ کے دربار تک آئی، اور اپنی پُر درد داستان بادشاہ کے گوش گزار کی، سلطان نے تمام حالات سن کر جواب دیا کہ وہ مقام جہاں یہ واقعہ ہوا ہے، میرے پایۂ تخت سے بہت دور ہے، اس لئے اس کا انتظام مشکل ہے، بڑھیا نے بے ساختہ کہا "اے بادشاہ! جب تم اس ملک کا انتظام نہیں کر سکتے ہو تو اپنے قبضہ میں کیوں رکھتے ہو۔ چھوڑ دو کہ دوسرا انتظام کرے، اور اتنا ہی حصہ اپنے قبضہ میں رکھو جس کا انتظام کر سکو۔ بڑھیا کی یہ بات سلطان کے دل میں اتر گئی، اس نے اس کو تسکین دے کر رخصت کیا، اور ان قزاقوں کو گرفتار کرنے کی فکر میں رہا، آخر اس کی سمجھ میں ایک تدبیر آئی، اس نے اعلان کیا کہ اس راستہ سے تجارتی قافلے جا سکتے ہیں اور ان کا ذمہ دار سلطان ہوگا، ایک کارواں اس طرف روانہ ہوا تو اس نے پانچ سو غلاموں کو تاجروں کے بھیس میں ان کے ساتھ کر دیا اور سیبوں کی بڑی مقدار دے کر ان کو سیبوں کا تاجر بنایا، جب یہ کارواں اس منزل پر پہنچا جہاں قزاق رہتے تھے، تو مقیم ہو گیا، اور سیب دھوپ میں سوکھنے کے لئے پھیلا دئے گئے، قزاقوں نے قافلہ کے ساتھ کوئی فوج نہیں دیکھی جس کی ان کو توقع تھی، تو اس پر حملہ کر دیا، اور پھیلے ہوئے سیبوں پر ٹوٹ پڑے لیکن یہ سب زہر آلود تھے، وہ کھاتے ہی مر گئے، سلطان محمود نے اور سیستان کے والی کو لکھ بھیجا تھا کہ فوج بھیج کر ان قزاقوں کو تباہ کر دو، اور جب یہ فوج پہنچی تو جو قزاق باقی رہ گئے تھے وہ تہ تیغ کر دئے گئے اس طرح راستہ پُرامن ہو گیا۔

**عدول حکمی کی سزا:** نیشاپور کی ایک عورت نے وہاں کے حاکم کے ظلم کے خلاف فریاد کی، سلطان محمود [illegible] اس نے عرض کیا کہ حاکم نے اس کی زمین زبردستی اپنے قبضہ میں کر لی ہے، سلطان محمود نے حاکم کو ایک فرمان لکھ بھیجا کہ وہ زمین عورت کے حوالہ کر دے، حاکم نے وہ زمین واپس نہیں کی اور یہ کہا کہ یہ زمین اس عورت کی نہیں، اس عورت نے سلطان محمود کے دربار میں پہنچ کر پھر فریاد کی، سلطان محمود نے غلام بھیجکر حاکم کو نیشاپور سے غزنی بلایا اور جب حاکم دربار میں پہنچا تو سلطان محمود نے حکم دیا کہ شہر کی سرائے کے دروازے پر کھڑا کر کے اس کو ایک ہزار کوڑے مارے جائیں، حاکم نے اس سزا سے بچنے کی کوشش کی لیکن اس کی شنوائی نہ ہوئی، جب ہزار کوڑے مارے جا چکے تو سلطان محمود نے اس سے کہا کہ یہ سزا اس لئے ہے کہ تم نے ایک فرمان کو نظر انداز کیا، تم فرمان کی تعمیل کر کے اپنی معروضات پیش کر سکتے تھے، کہ یہ زمین تمہاری ہے، عورت کی نہیں ہے، تو تمہارے کہنے پر عمل کیا جا سکتا تھا، تمرد کی سزا عبرتناک ہونی چاہئے۔

**احترام کلام پاک:** حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (متوفی ۶۳۳ھ) کی روایت ہے کہ ایک بزرگ نے سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا، جواب دیا کہ ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا، جس مکان میں ٹھہرا تھا، وہاں طاق پر قرآن شریف کا ایک ورق رکھا تھا، میں نے خیال کیا کہ یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے، سونا نہ چاہئے، پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہاں آرام کروں، پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کر دوں، اس ورق کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا، اور تمام رات جاگتا رہا، میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

## گجرات کے باشندوں کی دیانتداری

شہر نہرواڑہ میں کسی سوداگر نے ایک دلال کے پاس نوے لاکھ دینار امانت رکھ چھوڑے، کچھ عرصہ کے بعد سوداگر کا انتقال ہو گیا، تو دلال نے اس کے لڑکے کو بلا کر کہا، بہت روپیہ تمہارے باپ نے نوے لاکھ دینار میرے پاس امانت کے طور پر رکھوائے تھے، وہ لے لو، لڑکے نے جواب دیا مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں، شاید کسی [illegible] گئے وہ کسی میں بھی اس رقم کا اندراج نہ تھا، اس پر لڑکے نے کہا کہ اگر میرے باپ نے آپ کے پاس اس کو امانت رکھے ہوتے تو ضرور درج ہوتا، مگر چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے میں تم سے یہ رقم نہیں لے سکتا، دلال اصرار کرتا رہا کہ تمہاری رقم ہے، تمہیں لینی ہوگی، وہ انکار کرتا رہا کہ میں ہرگز نہیں لے سکتا کیونکہ میرے کھاتے میں درج نہیں، یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ دونوں کو فیصلہ کے لئے نہرواڑہ کے حکمران راجہ جے سنگھ کے دربار میں جانا پڑا، راجہ نے دونوں کے بیانات سنکر کہا کہ اگر تم دونوں میں سے کوئی بھی یہ رقم رکھنے کو تیار نہیں تو مناسب یہی ہوتا ہے کہ اس کو کسی ایسے مصرف میں لگاؤ جس سے خدا کی مخلوق کو فائدہ ہو اور مرنے والے سوداگر کو ثواب پہنچتا رہے، چنانچہ اس رقم سے نہرواڑہ میں ایک تالاب بنایا گیا جو اس وقت اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔

## غیرملکیوں کے ساتھ انصاف:

سلطان شہاب الدین غوری (المتوفی ۶۰۲ھ) نہرواڑہ میں راجپوتوں سے لڑا، لیکن لڑائی میں ناکام رہا، اس ناکامی کے بعد غزنی میں وہ نہایت بے چینی کے دن گذار رہے تھے، اور وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے جنگی تیاریوں میں مصروف تھا کہ کسی نے اس کو لکھ بھیجا کہ نہرواڑہ میں ایک مشہور ہندو سوداگر ہے جس کا نام وسا ابھر ہے، وہ ہمیشہ لاکھوں کا مال تجارت کی غرض سے ان علاقوں میں بھیجا کرتا ہے، چنانچہ اس وقت بھی اس کا قریب دس لاکھ کا مال غزنی میں پڑا ہے اگر بادشاہ سلامت چاہیں تو اس مال کو ضبط کر کے خزانہ میں بھجوایا جا سکتا ہے، اس سے نہ صرف خزانہ معمور ہوگا بلکہ شاہی شان و شوکت میں بھی اضافہ ہوگا، سلطان نے اس کا جواب لکھ بھیجا کہ وسا ابھر کا یہ مال اگر نہرواڑہ میں ہوتا اور وہاں اس پر قبضہ کیا جاتا تو ہمارے لئے حلال تھا، لیکن غزنی میں اس مال پر قبضہ کرنا عدل کے خلاف ہے۔

**احترام استاد:** شہاب الدین غوری کا ایک امیر تاج الدین یلدز تھا، اس کا ایک لڑکا اپنے استاد سے پڑھتا تھا، استاد نے تادیب کے لئے غصہ میں ایک کوڑا لڑکے کے سر پر دے مارا جس سے وہ مر گیا، تاج الدین یلدز کو خبر ہوئی تو استاد کو زاد راہ دے کر کہا کہ اس لڑکے کی ماں کو خبر ہونے سے پہلے تم یہاں سے چلے جاؤ۔

●●

بقیہ صفحہ ۲

علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے (الاتقان میں) تابعی جلیل حضرت سعید بن جبیرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے آخری (وفات سے ۹ دن قبل) سورہ بقرہ کی آیت (۲۸۱) واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ نازل ہوئی۔ قرآن مجید کی کل ۱۱۴ سورتوں میں مدنی سورتوں کی تعداد ۲۳ ہے۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کے بیان کے مطابق باقی ۹۱ سورتیں مکی ہیں۔

اکثر مدنی سورتیں طویل ہیں اور مکی سورتیں مختصر، تمام طویل ترین سورتیں مثلاً بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انفال اور توبہ مدنی ہیں۔ اس ظاہری فرق کے علاوہ معنوی طور پر دونوں کے درمیان ایک اہم فرق یہ ہے کہ مکی سورتوں میں تفصیلی قوانین نہیں ہیں بلکہ ان میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان، توحید کا اثبات، اور اس پر دلائل ہیں نیز فرمانبردار بندوں پر اس کے انعامات نافرمانوں پر عذاب کی خبریں، قیامت اور اس کی ہولناکیوں کے تذکرے، دوزخ اور اس کے ہیبتناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے عذاب کا ذکر، جنت اور اس کی نعمتوں کا لذت افزا بیان، بلند اخلاق اور اعلیٰ اوصاف اپنانے کی ترغیب، مصیبتوں پر صبر کرنے اور ظالم کو معاف کرنے اور اس سے درگزر کرنے کی تلقین، گذشتہ اقوام و ملل کی عبرت خیز داستانیں اور ان جیسے دیگر مضامین ہیں، مدنی سورتوں میں مذکورہ مضامین کے علاوہ احکام و قوانین ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ قرآن مجید کا قانونی حصہ تمام تر یا بیشتر مدینہ طیبہ میں ہی نازل ہوا اور یہ بات بالکل قرین عقل اور فطری ترتیب کے مطابق بھی ہے کیونکہ مکی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس پوزیشن میں تھے ہی نہیں کہ انہیں تفصیلی قوانین برتنے کا موقع ملتا کیونکہ وہاں زیادہ تر بلکہ تمام تر اختیار کے جو سرچشمے تھے ان کا منشا اطاعت و بدعت تنقید نہیں اور جدوجہد بغیر مطاعت کی تدبیر کرنے میں ہی اتنا وقت گذرا۔ اس خارجی اور ظاہری سبب کے علاوہ اس سے بھی زیادہ اہم سبب، مکی دور میں قوانین نازل نہ ہونے کا یہ تھا کہ قوانین سے پہلے ان کو دل سے قبول کر لینے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت تھی کہ اس کے بغیر کوئی قانون اپنا اصلی اثر نہیں دکھا سکتا اس کا آج کی دنیا میں واقعاتی ثبوت آئے دن ملا کرتا ہے۔ اس بنا پر مکہ کے تمام کا تمام عقیدہ کی درستگی، مابعد الموت زندگی اور اس کے حق ہونے کا یقین، خدا رسول و حلال کی گئی و تمام کیفیات و عبرت ذات کا صحیح اذعان،

اور ایک دن اس کے سامنے پیش ہونے کا اعتقاد پختہ کرنے میں ہی اکثر صرف ہوا۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسلام لانے والوں کی تعداد نہایت قلیل ہونے کے ساتھ ان کی زندگی بہت محدود اور اس کے مسائل نہایت مختصر تھے لیکن مدینہ طیبہ میں ہر اعتبار سے حالات بالکل مختلف تھے۔ وہاں جو بھی مسائل زندگی سے سابقہ، جنگ و صلح ہر قسم کے حالات کا سامنا تھا، اور اسلام لانے والوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہو چکی تھی، لہٰذا ضرورت تھی کہ انہیں تفصیلی قوانین دئے جائیں، چنانچہ جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی رہیں اس کے مطابق قوانین نازل ہوتے رہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے وہ یہ کہ مکہ میں مسلمان اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ مجرمین پر حدود (شرعی سزائیں) جاری کر سکیں اس لئے وہاں حدود اور تعزیرات سے متعلق آیات نازل نہیں ہوئے کیونکہ اگر وہاں یہ احکام نازل ہو جاتے تو عمل کی نوبت ہی کہاں آپاتی گویا اس طرح سے یہ احکام غیر عملی بلکہ ایک لحاظ سے بے معنی ہو کر رہ جاتے۔ مگر جب مکہ سے ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ فروکش ہو گئے اور وہاں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی برتری عطا فرما دی کہ وہ نظم مملکت چلائیں اور مجرمین کو قرار واقعی سزا دے سکیں تو حدود و تعزیرات سے متعلق احکام رفتہ رفتہ عطا کئے گئے غالباً یہ ایک مثال ہی مکی دور میں مدنی قوانین نازل نہ ہونے کی حکمت سمجھنے کے لئے کافی ہوگی۔

**مضامین قرآنی:** جیسا کہ اوپر کہا گیا قرآنی مضامین کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن اس کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد بنیادی طور پر وہی پانچ قسمیں نظر آتی ہیں جن کا ذکر شاہ ولی اللہؒ کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

۱۔ علم الاحکام، یعنی وہ قوانین و ہدایات جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں کام ممنوع ہے فلاں ضروری فلاں نامناسب اور فلاں پسندیدہ، اس کے تحت زندگی کے وہ تمام کام آجاتے ہیں جو انسان کرتا یا کر سکتا ہے خواہ وہ عبادت سے تعلق رکھتے ہوں یا معاملات سے، تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاست عامہ سے، اس قسم کے مضامین پر مشتمل قرآن مجید کی (زائد از چھ ہزار آیتوں میں سے) تقریباً پانچ سو آیتیں ہیں۔

۲۔ قرآن کا ایک حصہ ان قوموں اور شخصیتوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے جو قرآن نازل ہونے سے پہلے اس جہان میں آباد تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی عطا کی پھر اس کے جسمانی تقاضے پورا کرنے کے لئے بہت سی نعمتیں پیدا کیں اسی طرح اس کو روحانی غذا فراہم کرنے اور عہد و سبق یاد دلانے کے لئے بے شمار انبیاء و رسل بھیجے، جن قوموں یا افراد نے ان کی بات مانی اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے وہ شادکام اور بامراد ہوئے اور جن قوموں یا لوگوں نے ان کا کہنا نہیں مانا وہ عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کئے گئے ان دونوں جماعتوں کے حالات و واقعات سے قرآن مجید کا معتدبہ حصہ بھرا ہوا ہے، حالانکہ قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں واقعات محض تاریخی طور پر ذکر کئے جاتے بلکہ وہ کتاب ہدایت ہے چونکہ ہدایت ملنے کا سبب بسا اوقات واقعات بن جاتے ہیں اس لئے بکثرت واقعات ذکر کئے گئے ہیں مگر بس صرف وہی واقعات اور ان کا بھی صرف وہی حصہ بیان کیا گیا جس میں نصیحت و عبرت کا پہلو ہے، اس لئے بیان میں نہ واقعاتی ترتیب ہے نہ مؤرخانہ تفصیل، انسانی طبیعت کی افتاد ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ واقعات سے جتنا اثر لیتی ہے کسی اور چیز سے کم ہی لیتی ہوگی اس وجہ سے قرآن مجید نے بعض واقعات کئی کئی بار ذکر کئے اور ان کے وہ حصے بار بار دہرائے جن سے کوئی خاص سبق حاصل کیا جا سکتا ہے، کہنے دیجئے کہ قرآن کا یہ حصہ بڑا ہی موثر ہے اور سچ پوچھئے تو اصل پیغام اثر انگیز انداز میں ان واقعات ہی کی زبان سے سنا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید کے اندر بہت سی قوموں کے تذکرے ہیں کسی کا مختصر کسی کا مفصل کسی کا ایک بار اور کسی کا کئی بار۔

جن نبیوں اور قوموں کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے ان میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم بھی ہے۔ نوح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کے لئے ان کی سرفروشی اور مصیبتیں جھیلنے، ۹۵۰ برس تک اور مایوس ہو کر قوم کے لئے بددعا کرنے کا بیان (کہیں مفصل کہیں مختصر، کہیں کوئی جز اور کہیں دوسرا جز) قرآن میں آٹھ دس جگہ ہے سب سے زیادہ تفصیل سورہ ہود (آیت ۲۵ تا ۴۹) اور سورہ نوح میں ہے (اور اسی سورہ کا نام "نوح" اسی وجہ سے رکھا ہے)۔ دعوت و تبلیغ کی راہ میں نوح علیہ السلام کی دلسوزی اور قوم کی سرکشی اور اس کی بے رخی کی تفصیل ایسے والہانہ انداز میں بیان کی گئی ہے کہ سننے والا اگر بالکل بے حس نہیں ہو گیا ہے تو وہ بھی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہاں اس سلسلہ کی چند آیتیں اور ان کا ترجمہ پیش کرنا بے محل نہ ہوگا۔

نوح علیہ السلام نے فرمایا: —

"یٰقوم اعبدوا اللہ ..... لعلکم ترحمون" (اعراف ۵۹ تا ۶۳)

(اے میری قوم! اللہ ہی کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ڈرتا ہوں کہ ہولناک عذاب کا دن تمہارے سامنے نہ آ جائے (اگر تم نے میری بات نہ مانی) اس پر اس کی قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے جواب دیا ہمیں تو دکھائی دیتا ہے کہ تم کھلے طور پر گمراہی میں پڑ گئے ہو (اسی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو) نوحؑ نے کہا بھائیو! یہ بات نہیں کہ میں گمراہی میں پڑ گیا ہوں میں تو تمام جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور اسی کا پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا سچا خیرخواہ ہوں اور اللہ کی طرف سے اس بات کا علم رکھتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں۔ کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ تمہارے پروردگار کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعہ تمہیں پہنچی جو تم ہی میں سے ہے اور اس لئے پہنچی تاکہ (انکار و بدعملی کے نتائج سے) خبردار کر دے اور تم برائیوں سے بچو اور رحمت الٰہی کے مستحق ہو۔

دوسری جگہ (سورہ ہود آیت ۲۸) فرمایا گیا:

"قال یٰقوم أرأیتم الآیۃ"

(اے میری قوم کے لوگو! تم نے اس بات پر بھی غور کیا؟ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے اپنے پاس سے ایک رحمت بھی بخشی ہو اور وہ تمہیں دکھائی نہ دے تو میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں کہ تمہیں سمجھاؤں کیا ہم زبردستی تم کو سیدھی راہ پر لگا دیں جب کہ تم بیزار ہو؟ لوگو! (اس پر بھی غور کرو) یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر مال و دولت (یا عزت و اقتدار کا) تم سے طالب نہیں ہوں میری مزدوری کا اللہ پر ہے)

ایک مرتبہ نوحؑ نے یوں فرمایا: —

(اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو! اس پر کہنے لگے کہ تمہاری بات ماننے والے گھٹیا درجہ کے رذیل لوگ ہیں (جو معمولی پیشہ ور ہیں) اب تمہاری اطاعت کر کے ان پست لوگوں کے برابر خود کو کیسے کر لیں) حضرت نوحؑ نے کہا کہ وہ کیا پیشہ کرتے ہیں (ذریعہ معاش کے لئے) اس کا مجھے کیا علم (یا مجھے اس سے کیا سروکار)۔

سورہ ہود میں انہی پیشہ ور لوگوں کے بارے میں کہا:

(اے میری قوم کے لوگو! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال باہر کروں (اور یہ اللہ کی طرف سے مواخذہ ہو) مجھ سے کون بچائے

سب سے قیمتی ایمان و عمل ہے۔ تمہاری کوئی برادری شرافت و وجاہت، تو اللہ کے یہاں کوئی بات ہے جو میری مدد کریگا (افسوس تم پر کہ تم غور نہیں کرتے) اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں کوئی بھلائی نہیں دیگا (جیسا کہ تم سمجھتے ہو) اللہ خوب جانتا ہے جو ان لوگوں کے دل میں ہے (دل کی حالت چھپی ہوتی ہے ظاہر نہیں) اگر میں بھی ایسی بات کہوں (یعنی تمہاری ہاں میں ہاں ملا دوں) تو ظالموں میں میرا بھی شمار ہوگا۔ اس پر ان لوگوں نے کہا (جب وہ لوگ لاجواب ہو گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا) اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ کیا (بہر حال ہم تو تمہاری بات ماننے کے نہیں) کچھ ایسی ہے جو ہو سکے کر لو) اور جس بات کا وعدہ کیا ہے (عذاب الٰہی کا) وہ ہمیں لا دکھاؤ۔

سورۂ شعراء میں ہے کہ انہوں نے حضرت نوح کو دھمکی دی اور کہا کہ اگر تم (سمجھانے بجھانے سے) باز نہ آئے تو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ غرضیکہ قرآن کی تصریح (سورۂ عنکبوت) کے مطابق نوح ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کے لئے دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ پھر جب بالکل مایوس ہو گئے تو مجبوراً پروردگار عالم کی بارگاہ میں فریاد کے طور پر اپنا حال دل سنایا اور ناکامیوں کی روداد اور قوم کی سنگدلی و شقاوت کی تفصیل پیش کی اور نہایت مؤثر اور بے بسی کے انداز میں پیش کی۔ اصل لطف تو قرآن کے سمجھنے والے ہی اٹھا سکتے ہیں تاہم ترجمہ سے بھی کچھ اندازہ تو ہو ہی سکتا ہے اس لئے ان آیتوں کا ترجمہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔

(سورۂ نوح آیات ۵ سے آخر تک [illegible])

(آخر میں مایوس ہو کر نوح نے بارگاہ الٰہی میں یہ فریاد کی) "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میرے بلانے کا یہ اثر ہوا کہ وہ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کبھی میں نے ان کو دعوت دی تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لئے اور وہ اپنی ضد پر قائم رہے اور میری بات ماننے میں اپنی توہین محسوس کی (اور بات ماننے سے انکار کر دیا پھر بھی میں مایوس نہ ہوا بلکہ) اور زیادہ زور و قوت کے ساتھ ان کو دعوت دی (کھلم کھلا مجمع عام میں) اور چھپ کر بھی (ہر ایک کو الگ الگ خاموشی کے ساتھ سمجھایا) اور میں نے ان سے کہا اپنے گناہوں کی معافی اپنے پروردگار سے مانگ لو (وہ ضرور معاف کر دے گا) وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے (اور وہ نہ صرف گناہ معاف کر دے گا بلکہ دنیاوی نعمتیں بھی بکثرت عطا کرے گا) بارش دے گا کہ جل تھل ہو جائے، تمہاری اولاد و مال میں ترقی عطا کرے گا اور تمہارے لئے باغ لگائے گا اور نہریں جاری کر دے گا (نوح نے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے، حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو روشنی پھیلانے کے لئے روشن چراغ بنایا۔ اللہ نے تم کو ایک خاص طور پر پیدا کیا پھر تم کو (موت کے بعد) زمین ہی میں لے جائے گا اور (قیامت کے بعد) پھر اسی زمین سے تم کو باہر (زندہ سلامت) نکالے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنایا اور ایسا بنایا کہ تم اس میں کشادہ سڑکوں پر چلنے کے لئے ملیں۔ (اپنے دعوتی اور تبلیغی تفصیل بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے بعد پھر کہا)

"اے پروردگار! ان لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا اور ایسے لوگوں کے پیچھے چلے، جنہیں مال و دولت کے غرور نے تباہ کر دیا ہے اور جنہوں نے (حق کو مٹانے اور دین کو پھیلنے سے روکنے کے لئے) بڑی بڑی سازشیں کیں اور منصوبے بنائے (اپنے متبعین جاہل عوام کو یوں بہکایا کہ) کبھی تم اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑنا، بالخصوص ان بتوں کے نام ودّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر ہیں، انہیں تو کسی حال میں نہ چھوڑنا اور ان لیڈروں نے دوسرے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا [illegible] ان کے [illegible] ان کو [illegible] ان کے [illegible] پیش کیا جاتا ہے۔

بیان نوح علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل اس لئے پیش کرنا اور بھی مناسب سمجھا گیا کہ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی صبر آزما دعوت کا خلاصہ، اور اس راہ میں ان کا غیر معمولی انہماک اور لگن اور اس کی خاطر مصائب و آلام اور توہین و تذلیل برداشت کرنے اور سہنے کی قوت، قوم کی ہدایت کے لئے دلسوزی و بے چینی اور ان کی نجات کے لئے بے تابی و بے چینی، غرضیکہ ہر وہ چیز جو اکثر انبیاء علیہم السلام کے یہاں قدر مشترک کے طور پر موجود رہا ہے۔ قرآن مجید میں یہ اور اسی طرح کے دوسرے واقعات محض معلومات میں اضافہ کرنے اور دلچسپی لینے کی غرض سے نہیں سنائے گئے بلکہ (جیسا اوپر کہا گیا) اصل مقصد عبرت و موعظت کے ساتھ ہر زمانہ کے داعیان حق کی رہنمائی کرنا اور یہ بتانا ہے کہ حق کی دعوت کا کام پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا تاج ہے، جو بھی اسے اٹھائے ہر قسم کی قربانی اور مصیبتیں جھیلنے کے لئے تیار رہے۔ طرح طرح کے مایوس کن نتائج اور صبر آزما حالات کا مقابلہ کرنے کی اپنے اندر سکت پیدا کرے اور جب تک ذرا سی بھی امید کی کرن نظر آتی رہے ہمت نہ ہارے۔ جی تو چاہتا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کے ایسے چند اور واقعات سنائے جاتے کہ جن سے روح میں تازگی، ایمان میں قوت، عزم میں پختگی آئے مگر مضمون پہلے ہی کافی طویل ہو گیا اور ابھی قرآنی مضامین کی بات ادھوری رہ گئی ہے اس لئے بس اس وقت قرآن علوم پنجگانہ کے بیان کو مکمل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

یہ بات دہرانے کی ضرورت نہیں کہ قرآنی مضامین خمسہ میں صرف دو (علم احکام اور اقوام و ملل کے تذکرے) اب تک بیان ہوئے ہیں باقی تین یہ ہیں:

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں جو چیزیں پیدا کیں ان کا تفصیلی تذکرہ اور ان پر غور و فکر کی جگہ جگہ دعوت تاکہ انہیں دیکھ کر اور ان پر غور و فکر کر کے خدا کی عظمت و بڑائی کا اعتراف کرنے پر انسان مجبور ہو اور پھر اس راستہ پر جو قرآن کا اصل مقصد ہے اس پر چلنے کے لئے آمادہ ہو۔ یہ مضمون بھی تفصیل کا طالب اور اس کا مستحق تھا کہ اس کے بھی چند نمونے پیش کر کے بتایا جاتا کہ قرآن عزیز نے کس بلاغت و قوت اور دلنشیں انداز میں کائنات کی تخلیق سے خالق کائنات کو پہچاننے کی دعوت دی ہے کہ [illegible] غور و فکر اور [illegible] عقل و فہم کی صلاحیت [illegible] رہ سکتی [illegible]

وقت کی تنگی یہاں بھی دامن کش ہو رہی ہے۔

۴۔ چوتھا مضمون باطل پرستوں کے شبہات کا توڑ اور ان کا نقلی و عقلی دلائل کے ذریعہ ابطال پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر بھی جتنا اور جیسا کچھ کہا گیا ہے وہ باطل افکار و عقائد کی بیخ کنی کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔ اگر محض استدلال و حجت سے راہ راست پر آیا جا سکتا تو بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا طرز استدلال ایسا مؤثر اور دلنشیں ہے کہ اس کے آگے باطل کا ٹکنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق قبول کرنے کے لئے اس کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہے جس کا نام شریعت کی زبان میں "توفیق" ہے۔

۵۔ پانچواں مضمون موت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تنہا یہ تفصیلات ہی ہدایت کے لئے کافی ہیں۔ انسان کا عقیدہ مرنے کے بعد کی زندگی پر نہ ہو تو اسے کوئی بھی طاقت راہ راست پر چلنے کے لئے آمادہ نہیں کر سکتی، محض قانون بنا لینے اور اس کے نفاذ میں مستعدی پیدا کر دینے سے انسان کے اعمال و اخلاق میں سدھار نہیں لایا جا سکتا۔ آخرت کی جوابدہی کا تصور ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو انسان کو راہ راست پر لا سکتا ہے اور اسے گناہوں اور جرائم سے روک سکتا ہے۔ اسی لئے تمام آسمانی صحیفوں اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں اس عقیدہ کو بہت زور و قوت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور اس پر ایسے دلنشیں اور مؤثر دلائل قائم کئے گئے ہیں کہ جو عام فہم ہونے کے علاوہ ذہنی الجھنوں کو دور کرنے اور شکوک و شبہات کو چبھنے والے کانٹے نکال کر رکھ دیتے ہیں۔

آج کل جو ہر طرف فتنہ و فساد کی گرم بازاری اور بد اخلاقی و بدکرداری آب و ہوا کی طرح عام نظر آرہی ہے اس کا اصل سبب اسی عقیدہ کا، یعنی موت کے بعد کی زندگی کا یقین کمزور پڑ جانا بلکہ جاتا رہنا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے پختہ کیا جائے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور خداوند ذوالجلال کے سامنے حاضر ہو کر جوابدہی کرنے کا تصور تازہ کیا جائے کہ اسی میں دنیا و آخرت دونوں کی فلاح مضمر ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں کہا گیا۔

"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ"

اللہ تعالیٰ سب کو اس یقین کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔

Regd. No. LW/NP 56
Phone: 22948 / 25347

# TAMEER-E-HAYAT
FORTNIGHTLY
Nadwatul-ulama Lucknow-226007 (India)

## Teaching about adultery

[27] "You have heard that it was said, 'Do not commit adultery.' [28] But now I tell you: anyone who looks at a woman and wants to possess her is guilty of committing adultery with her in heart. [29] So if your right eye causes you to sin, take it out and throw it away! It is much better for you to lose a part of your body than to have your whole body thrown into hell. [30] If your right hand causes you to sin, cut it off and throw it away! It is much better for you to lose one of your limbs than to have your whole body go off to hell."

(MATHEW 5 — 27-28-29-30.)

GOOD NEWS FOR MODERN MAN
THE NEW TESTAMENT
PUBLISHED BY AMERICAN BIBLE SOCIETY.

ترجمہ:-

زنا سے متعلق فرمان

"۲۷ تم نے سنا ہے کہا گیا تھا 'زنا سے باز رہو' ۲۸ لیکن اب میں تم سے کہتا ہوں، کوئی شخص جو عورت کی طرف دیکھے اور اسے حاصل کرنا چاہے تو وہ اس سے دل میں زنا کرنے کا خطاوار ہے۔ ۲۹ اس لئے اگر تمہاری داہنی آنکھ تمہارے لئے گناہ کا سبب بنے تو اسے نکال کر پھینک دو۔ تمہارے جسم کا ایک حصہ ضائع ہو وہ تمہارے پورے جسم کو دوزخ میں ڈالنے سے زیادہ بہتر ہے۔ ۳۰ اگر تمہارا دایاں ہاتھ تمہارے لئے گناہ کا سبب بنے تو اسے کاٹ کر پھینک دو۔ تمہارے اعضا میں سے ایک عضو ضائع ہو وہ تمہارے پورے جسم کے دوزخ میں جانے سے بہتر ہے۔

BIBLE (MATHEW 5 27-28-29-30)

## آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے

آئینہ ہے،

"جدید انسان کے لئے اچھا پیغام"

ان جدت پسندوں کی خدمت میں جنہوں نے انسانیت کو زخموں سے نڈھال کر دیا ہے، انسان کے جگر کو چھید در چھید چھلنی کیا ہے، روح کے گھاؤ میں نمک بھرنے کے حصہ دار ہیں۔ اسلام کو رجعت پسند کہہ کر اپنی ہمہ دانی پر اترانے لگے ہیں۔ جو انسان کی بے بسی کو دیکھ کر شدتِ غم سے گھل کر پاؤ پاسنگ آدمی بھی نہیں رہ گئے۔ جو کہ بدکار زانی کو رجم کرنے اور قتل کے بدلے قتل کے اسلامی قانون کو وحشت و بربریت کی دستاویز بتاتے ہیں۔ اور محض اس کے ذکر سے ان کو دل کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ غریب شدتِ غم سے مجبور ہو کر صبح کا کھانا شام کو کھاتے ہیں اور شام کا کھانا دوسرے دن صبح کو۔

چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

پسِ نوشتہ،

اقبالؒ کے اس "شیشہ گر" کی نذر ہے۔

(محمد سعید ...)

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی
۲۱ـ زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۱

اتر پردیش، مدھیہ پردیش، دہلی، بمبئی

فون 347770 / 344079